سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

چندہ سالانہ

والیان ریاست سے
حکام و امراء سے
معاونین سے
عوام سے
ممالک غیر سے

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے

جلد ۳۸ | قادیان ۱۵ شوال المکرم ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۱ جنوری ۱۹۳۵ء یوم دوشنبہ | نمبر (۲)

دار الامان کا ہفتہ

حضرت سیدنا امیر المومنین ۱۶ جنوری کو بعد نماز ظہر بذریعہ موٹر لاہور تشریف لے گئے۔ اور ۱۸ جنوری بروز جمعہ ۱۰ بجے کے قریب بخیر و عافیت تشریف لے آئے۔

حضور نے اس ہفتہ جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں جماعت کی ان مشکلات کا ذکر کیا جو احرار اور حکومت کی طرف سے پیدا کی جا رہی ہیں۔ اور ان کے ذکر کے بعد فرمایا کہ میں ۲۱ سال سے جماعت کو سیاست سے الگ رکھتا چلا آیا ہوں۔ مگر اب مجھے مجبور کیا جا رہا ہے کہ میں جماعت کو اجازت دوں کہ وہ سلسلہ کی روایات اور الٰہی قانون کے اندر پُر امن رہ کر اور قانون کے پابند ہو کر سیاست میں حصہ لیں۔ اس غرض کے لئے جو جماعتیں ایسی سیاسی انجمنیں بنانی چاہیں گے میں ان کو ان کی درخواست آنے پر اجازت دے دوں گا۔ مگر اس میں شرط یہ ہو گی کہ ایسی انجمن میں کوئی سرکاری ملازم۔ کوئی پنشنر کوئی جاگیردار وغیرہ شریک نہ ہو۔ اس انجمن کے ممبر یہ عہد کریں گے کہ وہ کسی قانون کی حدود سے نہیں نکلیں گے۔

جماعت احمدیہ قادیان نے اس خطبہ کی روشنی میں اسی دن بعد مغرب ایک جلسہ ریتی چھلہ میں زیر صدارت جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق کیا۔ جس میں جناب چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے اور شیخ محمود احمد صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم نے اور صاحب صدر نے تقریریں کیں۔ ان تقریروں میں اس مخالفت کی وجہ اور ایسی انجمن کی ضرورت بیان کی گئی اخیر میں جناب صدر نے ایک ریزولیوشن پیش کیا جس میں جماعت کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت اقدس سے درخواست کی گئی تھی کہ قادیان کی جماعت کو ایسی سیاسی انجمن کے قیام کی اجازت دی جائے۔ باتفاق رائے یہ ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ جلسہ میں قادیان کے مردوں کے علاوہ مستورات بھی موجود تھیں جن کے لئے پردہ کا علیحدہ انتظام تھا۔

مولودہ مسعودہ ۱۶ جنوری کو جناب مرزا رشید احمد صاحب کے حرم میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک مولودہ پیدا ہوئی اور اسطرح خاندان نبوت میں ایک جدید ممبر کا اضافہ ہوا۔ اللّٰھم زد فزد ۱۷ جنوری کو تمام دفاتر اور مدارس میں رخصت تھی۔ ہم اس تقریب پر حضرت ام المومنین اور حضرت امیر المومنین اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور مرزا رشید احمد صاحب کی خدمت میں ہدیہ مبارکباد پیش کرتے ہیں

بعض مبارکبادیں سلسلہ میں جو بچہ پیدا ہوتا اور جو نکاح ہوتا ہے وہ سب سلسلہ کی ترقی کا باعث ہوتا ہے۔ اسلئے کہ وہ سب بچے سلسلہ کے بچے ہیں اور شادیاں سلسلہ کی ترقی اور اضافہ کا باعث ہوتی ہیں اس ہفتہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے چوہدری حاکم علی صاحب رئیس چک پنیار کے گھر میں ایک اور لڑکا عطا فرمایا۔ چوہدری صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابی ہیں۔ [illegible]

سردار مصباح الدین صاحب کے گھر میں دوسری بچی

سردار مصباح الدین صاحب کو خدا تعالیٰ نے دوسری بچی عطا فرمائی ہے

اگرچہ یہ بچی ۲۷ دسمبر کی رات کو پیدا ہوئی۔ اور میں باوجود اپنی خواہش کے اس سے پہلے اس کی پیدائش کی خبر شائع نہ کر سکا۔ مجھے اس بچی کے متعلق اس لئے بھی شائع کرنا تھا کہ سردار صاحب ان دنوں مہمانوں کی خدمت میں اس قدر منہمک تھے کہ وہ اپنے گھر کی طرف قطعاً توجہ نہیں دے سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سردار صاحب کی خدمت کو قبول کرے اور اس بچی کو نیک صفات سے متصف فرمائے میں اس بچی کی پیدائش پر بھی قلبی طور پر سردار صاحب کو مبارکباد عرض کرتا ہوں حضرت اقدس نے اس بچی کا نام صالحہ رکھا ہے اللہ تعالیٰ بابرکت فرمائے۔ آمین۔

دعوت ولیمہ حضرت شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابی ہیں اپنے صاحبزادے میاں جمیل الرحمٰن صاحب کی طرف سے تقریباً دو صد احباب کو ۱۶ جنوری کی شب میں دعوت ولیمہ دی۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو بابرکت فرمائے۔

رخصتانہ لفٹنٹ ڈاکٹر غلام احمد صاحب ۱۸ جنوری کو اپنی دولہن لے کر بخیر و عافیت تشریف لے آئے۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو بابرکت فرمائے اور اپنے فضل کے ہاتھوں سے اسے پھلنے پھولنے دے۔ (آمین)

انتقال پُر ملال ملک الطاف خان صاحب مہاجر جو سلسلہ کے خاص لوگوں میں سے تھے ۱۵/۱۶ جنوری کی درمیانی شب کو نمونیہ سے انتقال کر گئے۔ مفصل حال صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ فرمایئے۔

انصار الحکم کا اپنا صفحہ

ایک لائبریری کیلئے الحکم ۶ ماہ کیلئے مفت

یہ تحریک کہ لائبریریوں میں مفت اخبار جاری کرایا جائے آہستہ آہستہ یہ تحریک ترقی کر رہی ہے۔ چنانچہ اخویم لشیر الدین صاحب جنجوعہ بڈھا گورایہ نے کسی لائبریری کے لئے ۶ ماہ کے لئے اخبار مفت جاری کرانے کے لئے عہ/ کی رقم دفتر اخبار الحکم کو بھیجدی ہے ان کی غرض اس سے اجراء اخبار سے یہ ہے کہ وہ اپنے والد محترم حضرت حکیم مولوی سراج الدین صاحب کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے جاری کرا رہے ہیں

احباب کسی شہر کی ایسی لائبریری کا پتہ بھیجکر ممنون فرمائیں۔ جہاں کثرت سے لوگ اخبارات پڑھنے جاتے ہوں اس کے نام ۶ ماہ کے لئے اخبار جاری کر دیا جائے گا

منشی حبیب احمد صاحب خوشنویس اخبار الحکم

منشی حبیب احمد صاحب خوشنویس کو الحکم سے بڑی محبت اور عقیدت ہے انھوں لائبریری فنڈ میں مبلغ پانچ روپیہ پیش کئے ہیں تاکہ ان کی طرف سے چھ چھ ماہ کے لئے

کتب خانہ سرکاری بریلی۔ اور مسلم لائبریری مری روڈ راولپنڈی شہر اخبار جاری کر دیا جائے

جزاہ اللہ احسن الجزا

اسی طرح ایک پرچہ انھوں نے اپنے کسی عزیز کے نام شاہجہانپور جاری کرایا ہے۔

منشی صاحب کی یہ ہمت و محبت قابل داد ہے۔ امید ہے کہ دیگر اہل ہمت و خیر کو یہ نمونہ بہت کچھ ترغیب دلائیگا۔

اشاعت اسلام کیلئے ایک پرچہ

حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی الہ دین صاحب کی معرفت حضرت سیٹھ ابراہیم صاحب کی صاحبزادی نے دفتر الحکم کو پانچ روپے ارسال فرمائے ہیں۔ تاکہ اشاعت اسلام کی غرض سے ایک پرچہ کسی جگہ جاری کر دیا جائے۔ ہم پسند کرتے ہیں۔ کہ کسی لائبریری کے نام جاری کر دیا جائے۔ اسلئے کسی مشہور لائبریری کا پتہ بتلانے پر اس کے نام ایک سال کے لئے یہ پرچہ جاری کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ محترمہ اور ان کے خاندان پر اپنے بڑے بڑے فضل فرمائے (آمین)

پنجاب کے دامن میں عرفان کی وادی ہے

(از جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم)

اے کعبہ امالم - اے قبلہ مقصودم　　اے مرشد و مولائیم اے مہدی موعودم
قربان نگارہ تو یا ذامسیح موعودم　　ہر سو تری آمد پہ دنیا میں منادی ہے
پنجاب کے دامن میں عرفان کی وادی ہے

تقدیس کی خوشبو سے شاداب فضائیں میں　　تسبیح کے نغموں سے معمور ہوائیں ہیں
آمد تیری سنتے ہی اک چھوٹے سے گاؤں میں　　یہ خبر فرشتوں نے دنیا میں اڑادی ہے
پنجاب کے دامن میں عرفان کی وادی ہے

سب ملتے ہیں آ آ کر کہتے ہیں وہاں تجھ کو　　مل سکتے ہیں ہم بھی اے جان جہاں تجھ کو
دیکھا نہ کہیں تجھ کو ڈھونڈا نہ کہاں تجھ کو　　دنیا کے کنارہ پر جا جا کے صدا دی ہے
پنجاب کے دامن میں عرفان کی وادی ہے

اے جان عزیز من اعجاز کیا تو نے　　برسوں کے مریضوں کو دی پل میں شفا تو نے
کی فطرت مردہ کو بجلی سی عطا تو نے　　آتے ہی زمانہ میں اک دھوم مچا دی ہے
پنجاب کے دامن میں عرفان کی وادی ہے

تبدیل کیا تو نے پھر رنگ نیاز اپنا　　معمور کیا آکر امید سے ساز اپنا
مایوسوں نے بھی اب تو دامن کیا باز اپنا　　بھولے ہوئے وعدوں کی پھر یاد دلا دی ہے
پنجاب کے دامن میں عرفان کی وادی ہے

ہمکو جو نوازا ہے - اے جان جہاں تو نے　　برگشتہ نصیبوں کو دی ہے جو اماں تو نے
گردوں کا بنایا ہے ہم دست و عنا تو نے　　سینے میں رقیبوں کے اک آگ لگا دی ہے
پنجاب کے دامن میں عرفان کی وادی ہے

تسنیم کی بگڑی بھی مولا مرے بن جائے　　اس قلب فسردہ کی امید بھی بر آئے
گاتا پھرے دنیا میں پھرتا ہوا یہ گائے　　لوگو میری بگڑی بھی مولا نے بنا دی ہے
پنجاب کے دامن میں عرفان کی وادی ہے۔

اخبار الحکم کے نام اخلاص نامے

حضرت مولوی محمد امیر صاحب کا گرامی نامہ

حضرت مولوی محمد امیر صاحب الحکم کے پرانے سرپرستوں میں سے ہیں۔ انھوں نے کبھی الحکم کو بند نہیں کیا تھا مگر اس دور جدید میں ان کا گرامی نامہ آیا۔ جس میں بعض مجبوریوں کی وجہ سے الحکم بند کرنے کے لئے لکھا تھا۔ مگر دفتر الحکم نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ حق رفاقت ادا کرے گا اور پرچہ بند نہیں کریگا۔ دسمبر کے اخیر میں ان کا گرامی نامہ ملا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

برادر معظم و مکرم سلامت
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں نے فوراً آپ کو خط لکھ کر الحکم کو بند کرنے کے واسطے درخواست کی تھی۔ لیکن آپ نے بڑی مہربانی سے الحکم کو بند نہیں کیا۔ بلکہ برابر جاری رکھا۔ آپ کی مہربانیوں کا میں نہایت ہی ممنون و شکر گذار ہوں۔ واقعی الحکم ایک کیمیائی اور مقناطیسی اثر رکھتا ہے

آپ مہربانی کر کے مسیح موعود علیہ السلام کے تذکروں اور روایات کو برابر جاری رکھئے گا۔ اگر نیا مضمون نہ بھی ملے۔ تب بھی آپ کو تاکیداً عرض کرتا ہوں کہ مسیح موعود علیہ السلام کے تذکرات اور روایات دوبارہ اور سہ بارہ الحکم میں آپ کو دہرانا چاہیئے۔ اس سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

الراقم آپ کا خاکسار
محمد امیر احمدی آسام

درخواست دعا

خاکسار تبلیغی کام کے لئے حسب الحکم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ باہر جا رہا ہے۔ میں بہت نحیف اور کمزور ہوں۔ احباب دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

(خاکسار ایم۔ اے ایاز)

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

مولوی فضل محمد صاحب مہاجر ساکن محلہ دار الفضل کی روایات

مولوی فضل محمد صاحب جو عرصہ دراز سے قادیان میں ہجرت کر کے آئے ہوئے ہیں۔ پرانے لوگوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑے بڑے فضل کئے ہیں۔ منجملہ اور فضلوں کے ایک فضل یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو ایک ایسا بیٹا دیا ۔۔ جس نے اپنا وقت خدمت دین کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ میری مراد اس سے مولوی عبد الغفور صاحب مولوی فاضل و مبلغ احمدیت ہے۔ مولوی فضل محمد صاحب کے سلسلہ میں داخل ہونے کا واقعہ عجیب ہے وہ اپنے ایک دوست کو جو قصبہ سری گوبند پور میں رہتا تھا۔ گاہے ماہے ملنے جایا کرتے تھے۔ اور اس غرض کے لئے جبکہ وہ سری گوبند پور کو جاتے ہوئے قادیان سے گذر رہے تھے۔ قادیان میں ان کو ایک دوست جو حضرت اقدس کے مخلص خدام میں سے تھے میاں محمد اکبر صاحب ٹھیکیدار صاحب بٹالہ ملے۔ وہ دسمبر کے ایام تھے۔ اور قادیان میں اسوقت جلسہ ہو رہا تھا۔ مسجد اقصیٰ کے دروازے پر ملاقات ہوئی۔ ان کو گھوڑے سے اتار کر ان کا گھوڑا کسی جگہ باندھ دیا۔ اور ان کو مسجد میں لے گئے ۔ یہ غالباً ۱۸۹۵ء کا واقعہ ہے۔

اسوقت مسجد میں حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب تقریر فرما رہے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ مولانا کی تقریر کے بعد بیعت ہوئی۔ میاں محمد اکبر مرحوم نے مولوی فضل محمد صاحب کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کے لئے بڑھا دیا۔ مولوی فضل محمد صاحب کو ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی اور بیعت کر لی۔ اس کے بعد کچھ چندہ بھی دیا۔

مولوی فضل محمد صاحب جب اپنے گھر گئے تو ان کو سخت اضطراب شروع ہو گیا۔ وہ گہری سوچ میں پڑ گئے انھوں نے سوچا کہ میں نے تو قادیان میں سوائے قرآن شریف کے کچھ نہیں سنا۔ ادھر لوگ ان کے متعلق بہت بدگوئی کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم ہماری کتاب ہے۔ جس پر چل کر ہم اللہ تعالیٰ سے مل سکتے ہیں۔ وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکے اور خدا تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں مانگنے لگے کہ خدایا اسوقت مسلمانوں کے اس قدر فرقے ہیں اور سب ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ اور سخت فتوی لگا رہے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ تو خود ہی اپنے فضل سے اس حقیقت کو مجھ پر واضح فرما۔ اور مجھے وہ رستہ بتلا جس پر چل کر میں تیری جناب میں پہنچ سکوں۔ اسوقت ایک راستہ قادیان میں نکلا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرآن شریف کے مطابق ہے مگر میرے مولا میری خود راہنمائی فرما۔ اور جس راستہ سے تو راضی ہو وہ مجھے بتلا دے۔ اسی قسم کی دعاؤں میں کچھ عرصہ لگے رہے۔

ایک دن مولوی صاحب کچھ مال تجارت خریدنے بٹالے گئے۔ وہاں پھر محمد اکبر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ قادیان کا ذکر چل پڑا۔ تھوڑی دیر میں ہی ان کے دل میں اسقدر جوش پیدا ہوا کہ انھوں نے مال تجارت تو وہیں چھوڑا۔ اور سیدھے قادیان آئے اور یہاں آکر پھر تجدید بیعت کی۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے آجتک وہ اپنے عہد پر قائم ہیں۔ محلہ دار الفضل میں سب سے پہلے انھوں نے اپنا مکان بنایا۔ اور اس کے بعد پھر یہ آبادی بڑھی۔ وہ اپنے مقدور بھر سلسلہ کی خدمت کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت دے اور ان پر ہر طرح کے افضال نازل فرمائے (آمین)

انھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق چند روایات اخبار الحکم کے خاص نامہ نگار کو لکھوائی ہیں جن کے لئے ہم ان کے مشکور ہیں۔

(نوٹ) حضور کی سیرت کے متعلق جو روایات الحکم جمع کر رہا ہے اس کی غرض یہ ہے کہ سیرت کے لئے جس قدر بھی مواد مل سکتا ہے۔ روایات کے لحاظ سے انکو جمع کر لیا جائے۔ ہر شخص اپنے اپنے نقطہ نگاہ سے روایات بیان کرتا ہے۔ ان روایات میں اکثر وہ باتیں ہوتی ہیں جو راوی کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں۔ روایات کے متعلق الحکم یہ التزام رکھتا ہے کہ راوی ثقہ ہوں۔ پھر روایات کی ظاہری حالت پر بھی نظر ڈالی جاتی ہے۔ تاہم یہ سب امور کافی نہیں ہو سکتے سہو اور نسیان بھی انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اسلئے کسی صاحب کو کسی روایت میں کوئی غلطی نظر آئے تو وہ دفتر الحکم کو اس کی اصلاح سے مطلع فرمائیں۔ تاکہ غلط روایات نہ چھپ سکیں۔

(ایڈیٹر)

(۱)

حضور کے اخلاق

حضور کے اخلاق کے متعلق میں کچھ عرض نہیں کر سکتا وہ اسقدر اعلیٰ اور پاکیزہ تھے میں تو کیا کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ مقرر اور فصیح و بلیغ شخص بھی حضور کے اخلاق کی صحیح تعریف الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ حضور کا ہر ایک شخص سے ایسا طریق تھا کہ ہر شخص خیال کرتا کہ ایک خاص خادم ہوں۔ اور جیسی محبت مجھ سے ہے اور کسی سے نہیں ہے۔ حضور کبھی کسی خادم سے گفتگو کرتے وقت اپنے چہرہ مبارک پر کسی قسم کی کوئی ایسی علامت ظاہر ہونے نہیں دیتے تھے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ حضور اس گفتگو یا اس بات کو سننا پسند نہیں کرتے۔ یا حضور کی توجہ کسی اور طرف لگی ہوئی ہے۔ باوجود اس کے کہ حضور کے اوقات بہت گرامی اور عزیز تھے۔ اگر حضور کے اخلاق کریمہ چھوٹے سے چھوٹے آدمی کو بھی اپنا یکساں ممنون بنائے رکھتے تھے۔

ایکدفعہ حضور مسجد مبارک میں نماز پڑھ کر مکان کے اندر تشریف لے جانے لگے۔ جب حضور کھڑکی سے گذر گئے۔ تو میں نے بھی جرأت کی اور حضور کے پیچھے اندر داخل ہو گیا میں نے عرض کی کہ حضور میں نے کچھ عرض کرنی ہے۔ حضور وہاں ایک چارپائی پر بیٹھ گئے۔ اور میں بھی حضور کے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے وہاں بیٹھ کر حضور سے باتیں کرنی شروع کر دیں۔ میری وہ گفتگو بعض دنیاوی امور کے متعلق تھی۔ جن سے حضور کو کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ مگر حضور پوری توجہ سے سنتے رہے۔ میں نے کچھ خوابیں بھی سنائیں اس گفتگو میں کافی عرصہ لگ گیا۔ میرا دل یہی چاہتا تھا کہ میں حضور کے پاس بیٹھا رہوں۔ اور یہی سبب تھا کہ بات لمبی ہو رہی تھی۔ مگر حضور نے اس عرصہ میں کوئی بات ناپسندیدگی کی نہ فرمائی اور نہ ہی یہ فرمایا کہ میاں چھوڑو بہت دیر ہو گئی۔

مجھے خود ہی خیال آیا کہ حضور کا وقت بہت قیمتی ہے۔ میں اسے کیوں ضائع کر رہا ہوں۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے حضور سے اجازت لے لی۔

آج مجھے جب اس کا تصور آتا ہے تو میں گھبرا اٹھتا ہوں اور ساتھ ہی حضور کے اخلاق عالیہ کی بلندی پر غور کرتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں

(۲)

حضور کی مہمان نوازی

حضور کا اپنے مہمانوں سے بالکل ایسا تعلق تھا جو ایک شفیق باپ کا اپنی عزیز اولاد سے ہوتا ہے بلکہ اگر پورے طور پر دیکھا جائے تو ایک شفیق سے شفیق باپ بھی اپنی اولاد سے ایسا نہیں کر سکتا حضور ابتداء میں کبھی اپنے مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ اور اس میں بھی حضور کا طریق یہ ہوتا کہ مہمان کی دلداری اور خاطر ملحوظ رکھتے۔ اور کبھی کبھی حضور پاس موجود رہتے۔ اور مہمان اکیلے کھانا کھا لیتے۔

ایکدفعہ مسجد مبارک میں کچھ دوست کھانا کھانے بیٹھے۔ حضور اندر سے تشریف لائے۔ اور حضور بھی

مہمانوں کے ساتھ بیٹھ گئے میں نے حضور کو کھانا کھاتے دیکھا حضور چھوٹا سا ٹکڑا لیتے تھے اور اس سے ذرا سا سالن لگاتے تھے۔ اور اسے کھاتے تھے۔ اپنے سامنے سے بوٹیاں اُٹھا اُٹھا کر دوسروں کے برتنوں میں رکھتے جاتے تھے مجھے اسوقت خیال گذرا کہ کون باپ ہوگا جو اس قسم کی شفقت اپنے بچوں سے کرتا ہوگا۔

(۳)

مہمان نوازی کا ایک اور واقعہ

حضور کی عادت تھی کہ حضور روزانہ سیر کو تشریف لے جاتے تھے اور سیر کے لئے کبھی کسی طرف اور کبھی کسی طرف تشریف لے جاتے تھے۔ خدام کی ایک جماعت ہمرکاب ہوتی تھی۔

ایک دفعہ جبکہ شہتوت اور بیدانہ کا موسم تھا حضور باغ میں تشریف لے گئے۔ خدام بھی ہمراہ تھے۔ جب حضور بیدانہ کے درختوں کے نیچے پہنچے تو حضور کو ایک شخص نے جو غالباً باغ کا مالی ہوگا بڑھ کر سلام کیا اور ایک کپڑا بچھا دیا حضور نے نہایت سادگی سے اپنی جماعت کو لے کر بیٹھ گئے۔ حضور حسب معمول باتیں کرتے رہے تھوڑی دیر میں باغ کے خادم دو ٹوکریوں میں بیدانہ ڈال کر لے آئے۔ بیدانہ بہت عمدہ اور سفید تھا۔ حضور نے اپنے خدام کو بیدانہ کھانے کا حکم دیا۔ جو سب کھانے لگے۔ میں حضور کے قریب ہی تھا میں نے ادب کی وجہ سے اپنا ہاتھ نہ بڑھایا۔ حضور نے میری طرف دیکھ کر فرمایا

میاں تم کیوں نہیں کھاتے؟

میں ندامت سے اور تو کچھ نہ کہہ سکا جلدی سے میرے منہ سے نکل گیا کہ حضور یہ گرم ہیں میرے موافق نہیں۔ حضور نے فرمایا

نہیں نہیں میاں یہ تو قبض کشا ہوتے ہیں

حضور کے اس فرمانے سے مجھے جرأت ہوئی اور میں بھی حضور کے ساتھ کھانے لگا۔ میں حضور کی اس شفقت کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔

(۴)

میری آنکھوں کے متعلق حضور کی دعاء

حضور کی دعا سے بڑے بڑے بیمار اچھے ہوئے سل اور دق تک کے بیمار شفایاب ہوئے۔ میری آنکھوں پر ان دنوں میں بڑی پھنسیاں نکلا کرتی تھیں۔ ان ہی کی وجہ سے مجھے بڑی تکلیف تھی۔

ایک دفعہ حضور حسب معمول سیر کو تشریف لے گئے میں بھی حضور کے ہمرکاب تھا۔ جب حضور سیر سے واپس تشریف لائے تو سب دوستوں نے السلام علیکم کہہ کر حضور سے رخصت لی۔ اور حضور اندر داخل ہونے لگے۔ تو میں نے جھٹ دروازہ کے ساتھ کھڑے ہو کر عرض کی کہ حضور میں نے سنا ہے کہ پہلے بزرگ جب کسی کے پھوڑا پھنسی ہوتی تھی۔ تو وہ اپنا لعاب لگا دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کر دیا کرتا تھا۔ میری بھی آنکھوں پر ہمیشہ پھنسیاں نکلتی رہتی ہیں مجھے اس سے بڑی تکلیف رہتی ہے۔ حضور نے میری پھنسیوں کے لئے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو ایسا قبول کیا کہ نہ صرف وہ پھنسیاں ہی دور ہو گئیں۔ بلکہ آجتک مجھے آنکھوں کی کوئی مرض ہی نہیں ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

(۵)

مجھے حضور کی دعا سے لمبی عمر ملی

ایک دفعہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ میرے گاؤں کے میدان میں حضور مجھے بغلگیر کئے ہوئے مشرق سے مغرب کو جا رہے ہیں۔ اسوقت حضور نے مجھے تین بچوں کی بشارت دی۔ جن میں سے ایک کا نام عبدالغنی بتلایا۔ اور فرمایا کہ تمہاری عمر ۴۵ سال ہوگی۔

جب میری آنکھ کھلی تو اس خواب سے ایک فکر سی دامنگیر ہو گئی۔

میری عادت تھی کہ میں جمعہ قادیان میں آکر پڑھا کرتا تھا اور کبھی کبھی رات کو بھی یہیں ٹھیر جانا تھا۔ حضور ان دنوں مغرب کی نماز کے بعد مسجد کے اوپر کے حصے میں دیر تک بیٹھے رہا کرتے تھے۔ اور کبھی عشاء کی نماز تک تشریف فرما رہتے میں نے اسوقت حضور کی خدمت میں یہ خواب پیش کیا اور عرض کی کہ حضور اس خواب سے مجھے تو ایک فکر لگ گئی ہے۔ حضور نے سنکر فرمایا کہ کیا فکر؟ میں نے عرض کی حضور میری عمر اسوقت ۲۸ یا ۳۰ برس کی ہے اور حضور نے خواب میں میری عمر ۴۵ سال فرمائی ہے۔ اسپر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ "نہیں — فکر کی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ قادر ہے وہ دگنی کر دیا کرتا ہے"

مجھے یقین ہے کہ حضور نے یہ تعبیر کرتے ہوئے میرے لئے ضرور دعا فرمائی ہوگی۔ جو خدا تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ حضور کے الفاظ پورے ہوئے۔ الحمد للہ

خدا تعالیٰ نے مجھے اس قدر عمر عطا فرمائی کہ میں نے حضور کے زمانہ کے بعد خلافت اولیٰ کا زمانہ دیکھا اور پھر خلافت ثانیہ کا وقت دیکھ رہا ہوں۔ اور ان برکات اور افضال الٰہی کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ جو اس خلافت ثانیہ کے ساتھ جماعت پر نازل ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت امیر المومنین کو لمبی عمر عطا فرمائے اور حضور کی برکات اور فیوض کو اور بڑھائے۔ (آمین) یہ فعلی ثبوت ہے جو حضور کے منہ سے نکلے ہوئے لفظوں کو خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا

اسیطرح ایک پھوڑا تھا۔ جو مجھے سخت تکلیف دے رہا تھا۔ میں نے اس کی شکایت حضور سے کی حضور نے فرمایا کہ اچھا ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ خود بخود بغیر علاج کے اچھا ہو گیا۔

(۶)

ہمارے گاؤں کی مسجد جماعت کو مل گئی

ابتدائے احمدیت میں مخالفوں نے لوگوں کو سخت تکلیفیں دیں اور اپنی مسجدوں تک سے نکال دیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے بہت سے نشانات ان مسجدوں کے رنگ میں ظاہر ہوئے حضور ان تکالیف کو سن کر کبھی گھبراتے نہ تھے۔ بلکہ اپنے خدام کو تسلی دیتے۔ اور ان کے حوصلے بڑھاتے میرے گاؤں میں ایک واقعہ اس قسم کا ہوا

ہمارے گاؤں میں ایک قاضی تھا۔ وہ دو چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر مر گیا۔ میں اس کی جگہ امامت کرتا رہا۔ اور روٹی وغیرہ اس کے بیوی بچوں کو دلاتا رہا۔ جب اس قاضی کا لڑکا بڑا ہوا تو اسکو لوگوں نے سکھلانا شروع کیا کہ تمہاری قضا ریہ لے لیگا۔ عید کا دن تھا۔ جب میں نماز کرانے لگا۔ تو وہ لڑکا آگے بڑھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ نماز میں پڑھاؤنگا۔ میں نے ہر چند سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ میرے دوستوں کو اس سے رنج ہوا۔ اور انھوں نے بھی اسکو سمجھایا کہ دیکھو یہ تمہاری جگہ امامت کراتے رہے ہیں اور روٹی وغیرہ تم کو دلاتے رہے ہیں۔ یہ تمہاری قضا ر نہیں لے گا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ ایک نوجوان کو غصہ آگیا اس نے اسے ایک چانٹا بھی لگا دیا میں نے ان سب کو منع کیا۔ اور اپنے دوستوں سمیت وہاں سے ہٹ آیا۔ اور اپنے مکان پر عید کی نماز پڑھ لی۔

چند یوم کے بعد میں جمعہ پڑھنے کے لئے قادیان آیا۔ تو اتفاق سے مجھے میاں عبدالرحیم حجام مسجد مبارک میں کھڑا مل گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کیوں اس جگہ کھڑے ہو۔ تو اس نے جواب دیا کہ حضور کی ریش مبارک کو مہندی لگانی ہے۔ پر وہ کیواسطے پیغام بھیجا ہوا ہے۔ میں نے بھی اس موقع کو غنیمت جانا اور وہیں ٹھیر گیا۔ جب اسے اجازت ملی تو میں بھی اندر چلا گیا۔ میرے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ جس کا نام یاد نہیں رہا میں مصافحہ کر کے حضور کے قریب ہی بیٹھ گیا میں نے حضور کی خدمت میں وہ عید والی بات عرض کی۔ حضور نے اس سارے قصے کو سنکر فرمایا

"صبر کرو یہ سب مسجدیں تمہاری ہی ہو جائینگی"

خدا تعالیٰ کی یہ عجیب حکمت ہوئی کہ اس دن سے وہ قاضی اور اس کے ساتھی مسجد میں نہ گئے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے ان سب کو تباہ و برباد کر دیا۔ وہ مسجد احمدیوں کے قبضے میں آگئی۔ اور اب تک وہ احمدیہ مسجد کے نام سے مشہور ہے۔

(۷)

حفظ ماتقدم کا خیال

ہمارے گاؤں میں ایک دفعہ طاعون پڑ گئی چوہے مرنے لگے۔ تو میں نے حضور سے عرض کی حضور نے جو ہمیشہ حفظ ماتقدم اور خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے اسباب سے فائدہ اٹھانے کی ہدایات فرماتے تھے اس موقع پر بھی مجھے ایسی ہی ہدایت دی اور فرمایا

بہت جلدی باہر کھلی ہوا میں چلے جاؤ۔

چنانچہ میں حضور کے ارشاد کے ماتحت اپنے بال بچوں کو لے کر کھلی ہوا میں چلا گیا۔ میرا ایک چچا زاد بھائی تھا اس نے جانے سے انکار کر دیا۔ وہ طاعون کا شکار ہو گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو بچا لیا۔
الحمد للہ علیٰ ذالک۔

(۸)

سفر میں روزہ

مولوی محمد حسین بٹالوی کے مقدمہ میں ایک تاریخ دھاریوال میں پڑی تھی گرمی کا موسم تھا حضور دھاریوال تشریف لے گئے۔ حضور کے ساتھ بہت سے خدام گئے۔ دوستوں نے روزے بھی رکھے ہوئے تھے۔ وہاں ایک سردارنی تھی اس نے حضور کو دعوت کے لئے عرض کیا۔ حضور نے اس کی دعوت کو منظور فرما لیا تھا۔ اسوقت کسی نے عرض کیا کہ حضور بہت سے دوستوں نے روزے رکھے ہوئے ہیں۔ حضور نے اسوقت فرمایا تھا کہ

سفر میں روزہ جائز نہیں ہے۔

تب سب دوستوں نے روزہ توڑ دیا۔

(۹)

حضور کو کبھی مایوسی نہ ہوتی تھی

حضور کی سیرت کا ایک واقعہ یہ ہے۔ کہ حضور کبھی اور کسی مرحلہ پہ مایوس نہیں ہوتے تھے۔ میاں محمد اکبر صاحب مرحوم ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ علاج فرماتے تھے۔ بہت علاج کیا مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ آخر مولوی صاحب نے علاج بند کر دیا کسی نے حضرت اقدس کو بھی اطلاع کر دی آپ حضرت مولوی صاحب سے فرمانے لگے

کیا آپ مایوس ہو گئے

اُنھوں نے فرمایا کہ حضور ان کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں۔ اسلئے علاج بند کر دیا ہے۔ حضور یہ سنکر فرمانے لگے

اچھا اب آپ علاج نہ کریں
ہم علاج کریں گے۔

چنانچہ حضور نے علاج شروع کر دیا۔ اور میاں محمد اکبر صاحب اس مرض سے اچھے ہو گئے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مریض کا علاج ایک ماہر فن طبیب مایوس ہو کر چھوڑ دیتا تھا۔ حضور اس کے متعلق بھی اپنے مولیٰ سے یقین رکھتے تھے کہ خدا تعالیٰ اسے شفا دے سکتا ہے اور ایسا ہی ہوتا تھا۔

(۱۰)

کمال تقوےٰ

ایک دفعہ حضور سیر کو جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک کیکر کا درخت گرا ہوا تھا۔ لوگ اس سے مسواکیں بنانے لگے۔ جب حضور واپس تشریف لائے اُسوقت حضور نے دیکھا کہ بعض دوست مسواک بنانے میں مشغول تھے۔ حضور نے فرمایا

آپ لوگ کس کی اجازت سے مسواکیں بنا رہے ہیں۔

سب نے اسیوقت مسواکیں پھینکدیں۔ یہ حالت تھی اس تقوے کی۔ اور یہ وہ رنگ تھا جو حضور جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ایک گرے ہوئے درخت کی مسواک اس کے مالک کی اجازت کے بغیر لینا بھی حضور جائز نہیں سمجھتے تھے۔

(۱۱)

خطبہ الہامیہ کا واقعہ

جس عید کو حضور نے خطبہ الہامیہ پڑھا میں اس عید کو قادیان میں موجود تھا مسجد اقصیٰ میں لوگ جمع تھے مولوی عبدالکریم صاحب رضؓ نے فرمایا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ عید کے دن ایک نشان ظاہر ہوگا۔ آج عید کا دن ہے

الغرض

حضور نے خطبہ الہامیہ پڑھا۔ بہت سے دوست لکھ رہے تھے۔ حضور اس طرح تقریر فرما رہے تھے۔ جیسے کوئی چھپی ہوئی کتاب پڑھ رہا ہو۔ اگر کوئی لکھنے والا بھول جاتا تو حضور اس کے لیے ٹھہر کر کے لکھوا دیتے تھے۔

حضور کا رنگ اسوقت سرسوں کے پھول کی طرح زرد رنگ کا ہو رہا تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت اقدس خود نہیں بول رہے۔ بلکہ آسمان سے کوئی مشین لگی ہوئی ہے اور وہ بول رہی ہے

مینے حضور کو اسدن پہلی دفعہ الہام کی حالت میں دیکھا۔ پھر وہ نظارہ آنکھوں نے نہ دیکھا۔

(۱۲)

سختی کے مقابلہ میں نرمی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریق تھا کہ وہ اپنے دشمنوں سے بھی حسن سلوک کرتے تھے اور سختی کی جگہ ان سے نرمی کرتے تھے۔ ان کی سینکڑوں مثالیں ہمارے مشاہدے میں آئیں

ایک دفعہ مرزا نظام الدین صاحب جو سخت طبیعت کے آدمی تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ مسجد مبارک کے سامنے (جہاں اب دکانیں بنی ہوئی ہیں ان دنوں وہاں ایک چبوترہ تھا) چبوترے پر اونٹ بیٹھے ہیں جو لنگر خانے کے لئے گھراٹوں (پن چکیوں) سے آٹا لے کر آئے تھے۔ اور آٹے کی بوریاں وہیں پڑی ہوئی تھیں۔ مرزا صاحب نے اپنے چوکیداروں کو بُلا کر کہا کہ ان اونٹوں کو مار کر ہٹا دو چوکیداروں نے بڑی سختی کی جس سے بعض دوستوں کو رنج پہونچا۔

حضرت اقدس اور حضور کے بہت سے خدام مسجد مبارک کی چھت پر بیٹھے تھے۔ ان خدام نے حضور سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ تو حضور نے فرمایا کہ ان کو کچھ نہ کہو۔ اور یہاں سے اسباب اُٹھا لو۔ اسپر دوست خاموش ہو گئے۔ اور سامان کو اُٹھا لیا۔ یہ حضور کی نرمی کا ایک واقعہ ہے

(۱۳)

حافظ حامد علی صاحب کا ایک سفر اور حضور کا ایک معجزہ

حضرت حافظ حامد علی صاحب حضرت کے پُرانے خادم میں سے تھے۔ حضرت اقدس کو انپر بہت اعتماد تھا۔ مولوی فضل محمد صاحب یہ روایت حضرت حافظ حامد علی صاحب سے بیان کرتے ہیں کہ ایکدفعہ حضرت اقدس کے معجزات کا ذکر ہو رہا تھا تو حضرت حافظ صاحب نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ مجھے حضرت اقدس نے ایک کام کے لئے ایک غیر ملک میں بھیجا ایک مقررہ جہاز پر روانہ ہوا۔ جب جہاز نصف سفر طے کر چکا تو سمندر میں طوفان کے آثار دکھائی دیئے اور ایسا معلوم ہوا کہ جہاز غرق ہونے لگا ہے۔ لوگ چلانے لگے اور جہاز میں شور قیامت برپا ہو گیا۔ لوگ روتے اور آہ و بکا کرتے تھے میں نے بڑے زور اور دعوے سے کہا کہ میں خدا کا بھیجا آیا ہوں اور میں ایسے شخص کے کام کو جا رہا ہوں جسے خدا نے اس زمانہ کا نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اسلئے جب تک میں اس جہاز میں سوار ہوں۔ خدا تعالیٰ اس جہاز کو غرق نہیں کرے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس حالت کو بدل دیا۔ اور جہاز طوفانی حالت سے نکلکر خیریت سے کنارے جا لگا۔ اور میں اپنی جگہ پر اُتر گیا۔ اور جہاز آگے روانہ ہو گیا۔ مگر تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ غرق ہو گیا۔ میری تو اُدھر یہ حالت ہوئی۔

ادھر ہندوستان میں جب اس جہاز کے غرق ہونے کی اطلاع آئی۔ تو میرے عزیز روتے ہوئے حضرت کے پاس گئے اور کہا کہ جس جہاز پر حامد علی سوار تھا وہ غرق ہو گیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ہاں سُنا تو ہے کہ جس جہاز پر حامد علی سوار تھا وہ فلاں تاریخ غرق ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر حضور خاموش ہو گئے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد فرمایا

مگر حامد علی اپنا کام کر رہا ہے۔ وہ غرق نہیں ہوا۔

بعد کے واقعات نے حضور کے اس ارشاد کی تائید کی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضور کو کشفی طور پر سارا واقعہ دکھایا گیا

اس واقعہ سے اس یقین کا بھی پتہ چلتا ہے جو حافظ صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کے اندر حضرت اقدس پر ایمان لانے سے پیدا ہوا تھا۔ جس نے ان کے منہ سے یہ نکلوایا کہ جب تک میں سوار ہوں یہ جہاز غرق نہیں ہو سکتا۔

بقیہ اگلی صحبت میں
انشاء اللہ تعالیٰ

میرے تاثرات و مشاہدات

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سالانہ جلسہ

مومنین کا بے نظیر اجتماع۔ دعاؤں اور عبادتوں کا شہر۔ محبت و اخلاص کا بے پایاں سمندر۔ خدا تعالیٰ کی تائیدات اور نصرت کے عریاں مشاہدات وفاداری اور عقیدت کا لا انتہاہی جذبہ یاتیک من کل فج عمیق کا دلربا منظر

(۲)

موسمی کیفیت

اس سال چونکہ بارش نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے جلسہ کے ایام میں بادل بن بن کر آتے تھے۔ ہر وقت یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ کہیں بارش نہ ہو جائے۔ عام قاعدہ ہے کہ موسم سرما کی سردی اور بے وقت کا سفر بہت سے لوگوں کے لئے جو کمزور طبائع کے ہوتے ہیں۔ سفر سے روک دیتا ہے۔ مگر خدائی جماعتوں کا تو ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے۔ کہ وہ نہ سردی دیکھتے ہیں۔ اور نہ گرمی۔ نہ رات اور نہ دن انکے لئے سارے موسم اور سارے اوقات یکساں ہوتے ہیں۔ فنحمت تو میں سمندروں اور دریاؤں میں اپنے گھوڑے ڈال دیتی ہیں۔ اور وہ ان کو راستے دے دیتے ہیں۔

میں دیکھتا تھا کہ بادلوں کا اُمنڈ اُمنڈ کر آنا ٹھٹھرنے والی سردی کا پڑنا۔ نہ کارکنوں کے جوش میں کوئی کمی پیدا کرتا تھا۔ اور نہ آنیوالوں کے جوش میں۔ جلسے کے ایام میں تو بعض اوقات یہ حالت رہی کہ تمام رات بادل چھائے رہے۔ بلکہ ہلکی سی بوندا باندی بھی ہوئی۔ مگر جیسے ہی صبح نمودار ہوئی کوئی بادل مشرق کی طرف چلا گیا۔ اور کوئی مغرب کی طرف۔ اور جلسہ کے لئے اچھی طرح سے دھوپ نکل آ گئی۔ یہ نظارہ بھی انسانی قلب پر ایک کیفیت پیدا کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مہمانوں کی آمد

سالانہ جلسہ پر آنے کے لئے احباب اسقدر بے قرار ہوتے ہیں کہ دسمبر کی ابتدائی تاریخوں میں ہی کئی ایک دوست آنے لگ جاتے ہیں۔ مگر جیسے ہی ۱۵ دسمبر آیا۔ قادیان میں ہر ٹرین سے اُترنے والے زائرین کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہونے لگتا ہے اور قادیان کے گلی کوچوں میں ایک خاص چہل پہل نظر آنے لگتی ہے۔ لوگوں کے چہرے مسرت و شادمانی سے چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آنیوالے قادیان میں جب داخل ہوتے ہیں۔ تو ان کے چہروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک قلبی سرور اور اطمینان کو حاصل کر رہے ہیں۔ اہل قادیان جب ان آنیوالوں کو جو آیت اللہ ہوتے ہیں۔ مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کا ایک نشان دیکھتے ہیں۔ تو ان کے دل خوشی سے اُچھلنے لگتے ہیں۔ چہروں پر مسرت آنکھوں میں خوشی کی لہریں دوڑتی ہیں۔ اور بے اختیار ہر ایک کے منہ سے نکلتا ہے کہ

یاتیک من کل فج عمیق

کا کیا پاک نظارہ ہے۔

قادیان کی چھوٹی سی بستی کا وہ منظر آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ جبکہ یہاں کی دنیا کچھ اور تھی۔ نہ ریل تھی اور نہ تار تھی اور نہ ڈاک خانہ تھا۔ نہ تعلیم کا کچھ انتظام تھا۔ اس زمانے کا نجات دہندہ۔ جسے خدا تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ سے کھڑا کیا۔ باد سموم اور باد صرصر کے تیز و تند جھونکے۔ مخالفت کی آندھیاں سب و شتم کے طوفان۔ اُٹھتے تھے اور اپنا سر مار کر گذر جاتے تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ ہر آندھی و ہر طوفان اس درخت کو گرا دے گا۔ مگر جب اس آندھی اور طوفان کا زور کم ہوتا تو لوگ دیکھتے کہ وہ سیدھا آسمان کی طرف سر اُٹھائے کھڑا ہے۔

وہ کہتے تھے کہ یہاں کوئی نہیں آئے گا۔ مگر خدا نے ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ اور ان کی سازشیں پارہ پارہ کر دیں۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ جہان کھچا ہوا چلا آ رہا ہے ایک زمانہ تھا کہ لوگ پیدل چلکر آتے تھے۔ پھر ایک وقت آیا کہ یکوں کی سواری میسر آنے لگی آج سے سو سال کے بعد جبکہ حالات بالکل تبدیل ہو جائینگے۔ لوگ یکہ کی سواری کا تصور بھی نہ کر سکیں گے۔ وہ ایک ایسی سواری تھی جس پر چڑھنے سے انسان کی ہڈی ہڈی دکھنے لگتی تھی۔ جس میں تین آدمیوں سے زیادہ بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ مگر یکہ بان پانچ پانچ چھ چھ آدمیوں کو اس میں یوں ٹھونس دیتے تھے جیسے کہ بستر ے ٹھونس دیئے جائیں۔ گیارہ میل کا ٹکڑا لوگوں کے لئے نہ ختم ہونیوالا رستہ بن جاتا تھا۔ پھر جگہ جگہ مسافروں کو اُترنا پڑتا تھا۔ اس سے جب ترقی ہوئی تو میونکاٹ اور سٹیمیں۔ آگئیں۔ بٹالہ۔ سری گوبند پور۔ گورداسپور۔ پٹھانکوٹ کلانور تک کے تانگے اس غرض کے لئے کھنچے جاتے

پھر موٹروں نے ان کی جگہ لے لی۔ آج یہ نظارہ بھی ہمارے سامنے ہے کہ ایک ایک دن میں تین تین اسپیشل ٹرینیں علاوہ وقت مقررہ کی گاڑیوں کے آتیں۔ اور مہمانوں کی فوجوں کو آن واحد میں لا کر قادیان میں پہنچا دیتیں میں اس نظارے کو دیکھتا تھا۔ اور میری آنکھوں میں مسرت کے آنسو بھر آتے تھے۔ میں ان مخالفتوں کو دیکھتا تھا۔ جو برابر چالیس سال سے ہو رہی ہیں۔ اور اس جوش کو دیکھتا تھا جو آنیوالوں کے دلوں میں موجزن تھا۔ بڑے بڑے قانون داں۔ بیرسٹر اور وکیل۔ حکام۔ مجسٹریٹ اور جج۔ افسران تعلیم۔ سوداگر اور تاجر الغرض دنیا دی وجاہت کے لحاظ سے بڑے بڑے آدمی۔ حتی کہ وزیر و امیر تک......

ایک ہی جذبہ کو لے کر آ رہے تھے۔ وہ لوگ جن کو یہ ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ وہ ایک قدم موٹر کے بغیر نہیں چل سکتے وہ پاپیادہ دربار محبوب میں داخل ہو رہے تھے۔ وہ جن کے مکانوں پر سلام کرنیوالوں اور ملنے والوں کے جھمگھٹے لگے رہتے ہیں وہ قادیان کی گلیوں میں۔ یوں خود فراموشی کے ساتھ مینے پھرتے دیکھے گویا وہ کسی اور عالم میں ہیں۔ میں اس نظارہ کو دیکھتا اور اپنے نفس میں کھویا جاتا۔ میں حیران ہوتا کہ یہ لوگ کس انسان کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس کی جو دلوں کا فاتح ہے۔ اور کن لوگوں کو اپنی مخالفت کے تیروں سے پھیرنا چاہتے ہیں جو اپنے دلوں کو کھو چکے جو اپنی جان و مال۔ آل و اولاد سب چیزوں کو بیع کر چکے۔

پس میں ۲۲ ہزار ان سرفروشوں کو دیکھتا تھا جو بک چکے ہیں۔ اور مجھے اس انسانی سمندر میں وہ بائیس ہزار انسان نظر آتے تھے جو اپنے دل دے چکے تھے۔ وہ ایک مجمع تھا جس میں سب عشاق تھے ان کی آنکھیں دنیا کی طرف سے بند تھیں۔ اور دنیا کی مخالفتوں کی طرف سے انہوں نے اپنے کانوں کو بہرہ کر لیا تھا۔ انکے کارواں مجھے اس شعر کے مصداق نظر آتا تھا جیسے کہ کسی نے کہا ہے کہ "قافلے چلتے رہتے ہیں اور کتے بھونکتے رہتے ہیں"

یہ تاثرات کی لہریں بہت لمبی اور وجدانی کیفیات میں بہت گہری ہوتی ہیں۔ ایڈیٹر کا تصور اسے کہیں سے کہیں لے جاتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اخبارات کے کالم ان تصورات کا نقشہ کھینچ دینے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اسلئے مجبوراً اس حالت سے نکلکر دوسری حالت میں منتقل ہونا پڑتا ہے۔ ورنہ میرا دل تو یہی چاہتا ہے کہ مہمانوں کی آمد کے نظارے پر لکھتا ہی چلا جاؤں۔

ریلوے اسٹیشن قادیان

مہمانوں کو سب سے پہلے ریلوے اسٹیشن قادیان پر اُترنا ہوتا ہے میں نے اس نظارے کو دیکھا اور میں اس کے پُرلطف نظارے کی تاب نہ لا سکا۔ اور میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔ قادیان کا ایک چھوٹا سا اسٹیشن جس پر سارے سال میں ایک اسٹیشن ماسٹر اور ایک اسسٹنٹ کے سوا کوئی سٹاف نہیں ہوتا۔ آج ریلوے کے بہت بڑے سٹاف سے پٹا ہے افسران ریل خود حالات کا ملاحظہ کرنے کے لئے موجود ہیں۔ ہر طرف کالی وردی والے ملازم بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔ وہ سب اسٹیشن کی تنگی کا احساس کر رہے ہیں

اسٹیشن کے باہر بے شمار تانگوں کا ہجوم ہے جو مہمانوں کے لئے منتظر کھڑے ہیں۔ اسٹیشن کے باہر نکلتے ہی ایک سبز پتوں کا دروازہ استقبالیہ کمیٹی نے بنایا ہوا ہے جس پر اھلاً وسھلاً و مرحبا اور السلام علیکم لکھا ہوا ہے۔ گاڑی کے آنے سے قبل سینکڑوں آدمی اس نظارے کو دیکھنے کے لئے بیتاب ہو کر اسٹیشن پر آ جاتے ہیں۔

قادیان کے اسٹیشن پر سارے سال میں ایک دو قلی نظر آتے ہیں آج کشمیر کے آئے ہوئے احمدی قلیوں کی فوج جو پچاس سے بھی اوپر ہیں۔ اسٹیشن پر موجود ہیں یہ نظارہ دیکھنے والے انسان کو محو حیرت بنا دیتا ہے۔

کیا یہ وہی قادیان ہے جس کا نام لینا گناہ خیال کیا جاتا تھا۔ جس کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ قادیان سے تعلق پیدا کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے

کیا یہ وہی قادیان ہے جس کی آواز پر لبیک کہنے والوں کے لئے مقبروں کی زمینیں حرام اور مسجدوں میں ان کے لئے نماز ممنوع ہو جاتی تھی

آج اس قادیان کے اسٹیشن پر پچاس سے زیادہ قلی موجود ہیں تاکہ مومنین کے سامان کو اُٹھائیں۔ اور وہ سب کے سب خدا تعالیٰ کی اس آواز پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو اس زمین سے اُٹھی۔

میں حیران ہو کر اس دلفریب نظارے کو دیکھتا تھا اور لطف اُٹھاتا تھا۔

(باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھئے اخبار الحکم ۱۴ جنوری ۱۹۳۵ء)

جو شعاعیں زندہ خدا کامل صفات سے موصوف خدا کو مان کر دل پر پڑتی ہیں۔ وہ ایک مرنے والی ہستی اور ضعف و ناتوانی کی تصویر پرستی سے کہاں ؟؟؟

الطالب لامذہب لہ طالب کو سارے تعصب اور عقیدے چھوڑ دینے چاہئیں۔ پھر وہ سچے عقاید کی طلب میں لگے۔ تب بہتری کی امید ہو سکتی ہے۔ اس لئے بنیادی اینٹ خدا ہونی چاہیئے۔ تب آخری اینٹ بھی خدا ہی ہوگی۔

جلد بازی اچھی چیز نہیں۔ عموماً بدقسمت انسان کی محرومی کا موجب ہوتی ہے مثلاً اگر آپ ہماری صحبت میں نہ رہیں اور چلے جائیں۔ اور دو چار باتیں بھی کہدیں کہ وہاں کیا تھا۔ کچھ نہ ملا۔ تو بتائیے ہمارا اس میں کیا نقصان ہوگا۔ دنیا میں اس قسم کی باتیں کرنے والے بہت ہیں۔ لیکن محروم و بدقسمت۔ دیکھو اقلیدس کی شکل کی ناپسندیدگی ایسی نفع بخش تو نہیں ہو سکتی اسلئے کہ وہ ان کے نتائج سے بے خبر ہے۔ اور نہیں جانتا کہ ان سے کیا کیا فوائد پہنچ سکتے ہیں۔

میں نے اسلام پر اعتراض کرنے والے بھی دیکھے ہیں اور ان اعتراضوں کو جمع بھی کیا ہے۔ جو اسلام پر کیے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جہاں ان ناواقفوں نے اعتراض کیا ہے۔ وہی حکمت کا خزانہ اور بیش بہا معارف اور حقائق کا دفینہ ہوتا ہے۔ ان کے ہاتھ میں بجز نادانی اور کورچشمی کے اور کچھ نہیں ہے۔ اعتراض کر کے انھوں نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ تاریک دماغ کے انسان ہیں۔ اور مجرد طبیعت رکھتے ہیں۔ ورنہ وہ معارف حقائق کی معدن پر اعتراض نہ کرتے۔ اسلیئے میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ نرمی اور تحمل کے ساتھ اصل حقیقت کی طلب میں لگیں۔

آپ خداجوئی کے طالب ہیں۔ آپ کے لئے عمدہ طریق یہی ہے کہ آپ پہلے تصحیح عقائد کریں جس سے آپ کو یہ معلوم ہوگا۔ کہ وہ خدا جس کی تلاش اور جستجو آپ کو ہے۔ ہے کیا چیز ؟ اس سے آپ کی معرفت کو ترقی ملیگی۔ اور معرفت میں جو قوت جاذب اور محبت کی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک محبت پیدا کرنے کا موجب ہوگی۔ بدوں اسکے محبت کا دعویٰ بنیو پھل کی طرح ہے۔ جو چند روز کے بعد زائل ہو جاتا ہے یہ آپ یاد رکھیں۔ اور ہمارا مذہب یہی ہے۔ کہ کسی شخص پر خدا کا نور نہیں چمک سکتا۔ جب تک آسمان سے وہ نور نازل نہ ہو۔ یہ سچی بات ہے کہ فضل آسمان سے آتا ہے جب تک خود خدا اپنی روشنی اپنے طلبگار پر ظاہر نہ کرے اس کی رفتار ایک کیڑے کی مانند ہوتی ہے۔ اور ہونی چاہیئے کیونکہ وہ قسم قسم کی ظلمتوں اور تاریکیوں اور راستہ کی مشکلات میں پھنسا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن جب اس کی روشنی اس پر چمکتی ہے تو اس کا دل و دماغ روشن ہو جاتا ہے اور وہ نور سے معمور ہو کر برق کی رفتار سے خدا کی طرف چلتا ہے۔

حق جو۔ حضور میں مذہب کا پابند نہیں ہوں۔

حضرت اقدس۔ اگر کوئی اپنی جگہ یہ فیصلہ کر کے آوے کہ میں نے کچھ ماننا ہی نہیں۔ تو اس کو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اور کہیں بھی کیا۔ لیکن اگر کوئی عقل رکھتا ہے تو اضطراراً اس کو ایک راہ پیدا کرنی پڑتی ہے۔

مذہب کیا ہے ؟ وہی راہ ہے جس کو وہ اپنے لئے اختیار کرتا ہے۔ مذہب تو ہر شخص کو اپنے لئے رکھنا پڑتا ہے۔ لامذہب انسان جو خدا کو نہیں مانتا۔ اس کو بھی ایک راہ اختیار کرنی لازمی ہے۔ اور وہی مذہب ہے مگر ہاں امر غور طلب یہ ہونا چاہیئے کہ جس راہ کو اختیار کیا ہے کیا وہ راہ وہی ہے جس پر چلکر بھی استقامت اور دائمی راحت اور خوشی اور ختم نہ ہونے والا اطمینان مل سکتا ہے۔

دیکھو مذہب تو ایک عام لفظ ہے اس کے معنی چلنے کی جگہ یعنی راہ کے ہیں اور یہ دین کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ہر قسم کے علوم و فنون طبقات الارض طبیعی طبابت۔ ہیئت وغیرہ بھی ان علوم کے ماہرین کا ایک مذہب ہوتا ہے۔ اس سے کسی کو چارہ ہو سکتا ہی نہیں۔ یہ تو انسان کے لئے لازمی امر ہے اس سے باہر ہو نہیں سکتا۔ پس جیسے انسان کی روح جسم کو چاہتی ہے۔ معانی الفاظ اور پیرایہ کو چاہتے ہیں اسی طرح انسان کو مذہب کی ضرورت ہے۔

ہماری یہ غرض نہیں ہے۔ اور نہ ہم یہ بحث کرتے ہیں کہ کوئی اللہ کہے یا گاڈ کہے یا پرمیشر۔ ہمارا مقصد تو صرف یہ ہے کہ جس کو وہ پکارتا ہے۔ اس نے اسکو سمجھا کیا ہے ؟ ہم کہتے ہیں کہ کوئی نام لو مگر یہ بتاؤ کہ تم اسے کہتے کیا ہو ؟ اس کے صفات تم نے کیا قائم کیے ہیں صفات الٰہی کا مسئلہ ہی تو بڑا مسئلہ ہے جس پر غور کرنا چاہیئے۔

حق جو۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ مذہب کا کام فطرت کو درست کرنا ہے۔

حضرت اقدس۔ اسوقت کوئی بادشاہ ہے مثلاً شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم ہے۔ اب اگر کسی اور کو کہیں بھی تو تکلفات سے کہیں گے۔ مگر ہو نہیں سکتا ہم یہی تو چاہتے ہیں کہ اس حقیقی خدا کو شناخت کیا جاوے اور باقی سب تکلفات چھوڑ دیئے جائیں۔ اس کا نام فطرت کی درستی ہے۔ اسلام ہے کیا ؟ اسلام کا نام ہی اللہ تعالیٰ نے فطرت اللہ رکھا ہے۔ فطرتی مذہب اسلام ہی ہے۔

مگر ان باتوں کی حقیقت کب کھلتی ہے۔ جب انسان صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ کسی پاک صحبت میں رہے۔ ثابت قدمی میں بڑی برکتیں ہوتی ہیں۔ شہد کی مکھی کو دیکھو کہ جب وہ ثابت قدمی اور محنت کے ساتھ اپنے کام میں لگتی ہے۔ تو شہد جیسی نفیس اور کارآمد شے تیار کر لیتی ہے اسیطرح پر جو خدا کی تلاش میں استقلال سے لگتا ہے وہ اس کو پا لیتا ہے۔ نہ صرف پا لیتا بلکہ میرا تو یہ ایمان ہے کہ وہ اس کو دیکھ لیتا ہے۔ ارضی علوم کی تحصیل میں کسقدر وقت اور روپیہ صرف کرنا پڑتا ہے یہ علوم روحانی علوم کی تحصیل کے قواعد کو خدا خود ہی بتاتا ہے ہمارا یہ ہے کہ وہ پہلے خدا کی ہستی پھر اس کے صفات کی واقفیت پیدا کرے۔ ایسی واقفیت جو یقین کے درجہ تک پہنچ جاوے۔ جب اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کاملہ پر اسکو اطلاع مل جاوے گی۔ اور اس کی روح اندر سے بول اٹھے گی۔ کہ پورے اطمینان کے ساتھ اس نے خدا کو پا لیا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایسا ایمان پیدا ہو جاوے کہ وہ یقین کے درجہ میں پہنچ جاوے۔ اور انسان محسوس کر لے کہ اس نے گویا خدا کو دیکھ لیا ہے۔ اور اس کی صفات سے واقفیت ہو جاوے تو گناہ سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور طبیعت جو پہلے گناہ کی طرف جھکتی تھی اب ادھر سے ہٹتی اور نفرت کرتی ہے اور یہی تو یہ ہے اور یہ بات کہ اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان کے بعد طبیعت گناہ سے متنفر ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات آسانی اور صفائی سے سمجھ میں آ سکتی ہے۔ دیکھو سنکھیا ہے یا اور زہریں ہیں یا بعض زہریلے جانور ہیں۔ انسان ان سے کیوں ڈرتا ہے ؟ صرف اس لیئے کہ تجربہ نے بتا دیا ہے کہ اس درجہ پر یہ زہر ہلاک کر دیتے ہیں۔ بہتوں کو زہر کھا کر ہلاک ہوتے دیکھا ہے۔ اسی لیئے طبیعت اس طرف جا نہیں سکتی بلکہ ڈرتی ہے۔

جبکہ یہ بات ہے پھر کیا وجہ ہے کہ قسم قسم کے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر راستہ میں ایک پیسہ پڑا ہوا ہو۔ تو جھک کر اس کو اٹھا لے گا۔ حالانکہ تھوڑے سے اعلان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ پیسہ کس کا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بارہ بارہ آنہ پر معصوم بچوں کی جانیں لی جاتی ہیں۔ عدالتوں میں جا کر دیکھو کہ کس قدر خوفناک اور تاریک نظارہ نظر آئے گا۔ تھوڑی تھوڑی بات پر جھوٹ بولا جاتا ہے۔ فسق و فجور کا ایک دریا بہہ رہا ہے۔ یہ کیوں ؟ صرف اس لیئے کہ خدا پر ایمان نہیں ہے۔ سانپوں اور زہروں سے ڈرتے ہیں۔ اسلیئے کہ ان کو مہلک مانتے ہیں۔ اور ان کے خطرناک ہونے پر ایمان ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل ہو تو میں نہیں سمجھتا کہ کیوں گناہ سے نفرت پیدا نہ ہو۔

انسان کے لئے دو باتیں ضروری ہیں بدی سے بچے اور نیکی کی طرف دوڑے۔ اور نیکی کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک ترک شر۔ دوسرا افاضہ خیر ترک شر سے انسان کامل نہیں بن سکتا جب تک

اس کے ساتھ افاضۂ خیر نہ ہو۔ یعنی دوسروں کو نفع بھی پہنچاتے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ کس قدر تبدیلی کی ہے۔

اور یہ مدارج تب حاصل ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے صفات پر ایمان ہو۔ اور ان کا علم ہو۔ جب تک یہ بات نہ ہو۔ انسان بدیوں سے بھی بچ نہیں سکتا دوسروں کو نفع پہنچانا تو بڑی بات ہے۔ بادشاہوں کے رعب اور تعزیرات ہند سے بھی تو ایک حد تک ڈرتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ ہیں جو قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ پھر کیوں احکم الحاکمین کے قوانین کی خلاف ورزی میں دلیری پیدا ہوتی ہے کیا اس کی کوئی اور وجہ ہے۔ بجز اس کے اس پر ایمان نہیں ہے؟ یہی ایک باعث ہے۔

الغرض بدیوں سے بچنے کا مرحلہ تب طے ہوتا ہے جب خدا پر ایمان ہو۔ پھر دوسرا مرحلہ یہ ہونا چاہیئے کہ ان راہوں کی تلاش کرے جو خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں نے اختیار کیں۔ وہ ایک ہی راہ ہے۔ جس پر جس قدر راستباز اور برگزیدہ انسان دنیا میں چلکر خدا تعالیٰ کے فیض سے فیضیاب ہوئے۔ اس راہ کا پتہ یوں لگتا ہے کہ انسان معلوم کرے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ پہلا مرحلہ بدیوں سے بچنے کا تو خدا تعالیٰ کی جلالی صفات کی تجلی سے حاصل ہوتا ہے کہ وہ بدکاروں کا دشمن ہے

اور دوسرا مرتبہ خدا تعالیٰ کی جمالی تجلی سے ملتا ہے اور سب سے آخر یہی ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوت اور طاقت نہ ملے جس کو اسلامی اصطلاح کے موافق روح القدس کہتے ہیں کچھ بھی نہیں ہوتا ہے۔ یہ ایک قوت ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اس کے نزول کے ساتھ ہی دل میں ایک سکینت آتی ہے۔ اور طبیعت میں نیکی کے ساتھ ایک محبت اور پیدا ہو جاتی ہے۔

جن نیکی کو دوسرے لوگ بڑی مشقت اور بوجھ سمجھ کر کرتے ہیں۔ یہ ایک لذت اور سرور کے ساتھ اس کو کرنے کی طرف دوڑتا ہے۔ جیسے لذیذ چیز بچہ بھی شوق سے کھا لیتا ہے۔

اسی طرح جب خدا تعالیٰ سے تعلق ہو جاتا ہے اور اس کی پاک روح اس پر اترتی ہے۔ پھر نیکیاں ایک لذیذ اور خوشبودار شربت کی طرح ہوتی ہیں۔ وہ خوبصورتی جو نیکیوں کے اندر موجود ہے۔ اس کو نظر آنے لگتی ہے۔ اور بے اختیار ہو کر ان کی طرف دوڑتا ہے۔ بدی کے تصور سے بھی اس کی روح کانپ جاتی ہے۔ یہ امور اس قسم کے ہیں کہ ہم ان کو الفاظ کے پیرایہ میں پورے طور سے ادا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ قلب کی حالتیں ہوتی ہیں محسوس کرنے سے ہی ان کا ٹھیک پتہ لگتا ہے دقت تازہ بتازہ انوار اس کو ملتے ہیں۔

الحکم ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۰۱ء

انسان صرف اس بات پر ہی ناز نہ کرے اور اپنی ترقی کی انتہا اسی کو نہ سمجھ لے کہ کبھی کبھی اس کے اندر رقت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ رقت عارضی ہوتی ہے۔ انسان اکثر دفعہ ناول پڑھتا ہے۔ اور اس کے درد انگیز حصہ پر پہنچکر بے اختیار رو پڑتا ہے۔ حالانکہ وہ صاف جانتا ہے کہ یہ ایک جھوٹی اور فرضی کہانی ہے۔ پس اگر محض رو پڑنا یا رقت کا پیدا ہو جانا ہی حقیقی سرور اور لذت کی جڑ ہوتی ہے تو آج یورپ سے بڑھ کر کوئی بھی روحانی لذت حاصل کرنیوالا نہ ہوتا۔ کیونکہ ہزارہا ناول شائع ہوتے اور لاکھوں کروڑوں انسان پڑھ کر روتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں ایک بات موجود ہے کہ ہنسی کے مقام پر ہنس پڑتا ہے۔ اور رونے کے مقام پر رو بھی پڑتا ہے۔ اور ان سے مناسب موقع ایک لذت بھی اٹھاتا ہے۔ مگر یہ لذت کوئی روحانی فیصلہ نہیں کر سکتی۔ کوئی کسی عورت پر عاشق ہو جاتا ہے۔ اور اپنے فسق ہی میں اس کے ہجر کے شعر بنا بنا کر خوش ہوتا ہے۔ اور روتا ہے۔ انسان کے اندر ایک طاقت ہے۔ خواہ اس کو محل پر استعمال کرے یا بے محل۔ پس اس طاقت پر ہی بھروسہ کر کے نہ بیٹھ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت اس لئے رکھی ہے کہ سچے سائل محروم نہ ہوں۔

اور جب یہ برمحل استعمال ہو تو ان کے لئے آنے والے روحانی مدارج کا ایک مقدمہ ہو۔ اور یہ قویٰ کا کام ہے غرض یہ امور کہ کبھی رو پڑنا۔ اور کبھی دنیا کی دوسری چیزوں اور تعلقات سے انقطاع کرنا یہ عارضی ہوتے ہیں۔ ان پر اعتبار کر کے بے دست و پا نہ بنے۔ وہ امور جن پر سچی معرفت کی بنا ہے یہ ہے کہ وہ خدا کی راہ میں اگر بار بار آزمایا جائے اور مصائب و مشکلات کے دریا میں ڈالا جائے تب بھی ہرگز نہ گھبرائے۔ اور قدم آگے ہی بڑھائے۔ اس کے بعد اس کی معرفت کا انکشاف ہوتا ہے۔ اور یہی سچی نعمت حقیقی راحت ہوتی ہے۔ اسوقت دل میں ایک رقت پیدا ہوتی ہے۔ روح پانی کے ایک مصفا چشمہ کی طرح خدا کی طرف بہتی ہے۔ مدعا یہ ہے کہ سمندر کے پہلے ایک سراب آتا ہے۔ وہ سمندر ہی نظر آتا ہے۔ جو سراب کو دھوکہ سمجھ کر آگے چلنے سے رہ جاتا۔ اور مایوس ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ وہ ناکام اور نامراد رہتا ہے۔ لیکن جو ہمت نہیں ہارتا۔ اور قدم آگے بڑھاتا ہے۔ وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے خدا تعالیٰ نے مختلف کیفیتیں انسانی روح کے اندر رکھی ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک رقت کی بھی ایک کیفیت ہے۔ کوئی فقط شعر خوانی یا خوش الحانی سے متاثر ہو جاتا ہے۔ کوئی آگے چلتا ہے۔ اور اس پر قانع نہ ہو کر صبر کے ساتھ اصل مرحلہ تک پہنچتا ہے۔ یاد رکھو کہ سچائی کے طالب کے واسطے یہ شرط ہے کہ جہاں سے اسے سچائی ملے لے لے۔ یہ ایک نور ہے جو اس کی رہبری کرتا ہے۔ اس وقت دنیا میں ایک کشاکش شروع ہے۔ آریہ اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہیں۔ برہمو الگ بلاتے ہیں۔ دیوسماج والے اپنی ہی طرف دعوت کرتے ہیں۔ عیسائی ہیں وہ عیسائیت ہی کو پیش کرتے ہیں۔ غرض ہر قوم اپنی طرف کھینچتی ہے۔ ان کے درمیان اختلاف کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ مگر ہم جس بات کی دعوت کرتے ہیں اور کسی سچائی کے طلبگار کو بتلا سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ خدا کی تلاش کرے۔

مثلاً آریہ ہیں وہ تمام فلاسفروں اور راستبازوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک سچے سے سچا پریمی اور بھگت بھی کبھی نجات نہیں پا سکتا۔ ان کے اصول کے موافق خدا نے ایک ذرہ بھی پیدا نہیں کیا۔ اب بتاؤ کہ ایسے پرمیشر پر جو وہ پیش کرتے ہیں کسی سچے طالب کی امید کیوں کر وسیع ہو سکتی ہے۔ اور کیونکر خدا کا جلال اور شوکت اس کی روح پر ایک رقت پیدا کر کے گناہ کی طرف جانے سے بچا سکتی ہے جب وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے تو میرے وجود کا ایک ذرہ بھی پیدا نہیں کیا۔ پھر جب یہ مانا گیا کہ وید کے سوا خدا نے کسی اور ملک کو اپنے کلام سے فیض ہی نہیں بخشا۔ تو کس قدر مایوسی پیدا ہوتی ہے

الغرض ہماری نصیحت تو یہی ہے کہ جو سچائی کی تلاش میں قدم رکھتا ہے۔ اس کی غرض و غایت خدا کی تلاش ہو۔ پھر معارف و حقائق کا دریا بہہ نکلتا ہے۔ جب اس کو سچے خدا پر جو ایک ہی خدا ہے سچا ایمان پیدا ہو جائے۔

یاد رکھو حقائق و معارف کا تعلق علوم سے ہے جس قدر معرفت وسیع ہوگی حقائق کھلتے جائیں گے۔ پس تحقیقات کرتے وقت دل کو بالکل پاک اور صاف کر کے کرے۔ جس قدر دل تعصب اور خود غرضی سے پاک ہوگا۔ اسی قدر جلد اصل مطلب سمجھ میں آجائیگا۔ نور اور ظلمت میں جو فرق ہے اسے ایک جاہل سے جاہل انسان بھی جانتا ہے۔ سچی اور صحیح بات ایک ہی ہوتی ہے۔ پس دو لفظوں میں میری ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ سیدھا خط دو نقطوں میں ایک ہی ہوتا ہے۔ یہ امور ہیں جو قابل غور ہیں۔

آپ یہاں رہیں اور صبر و استقلال سے ٹھہریں۔ خدا کے فضل سے کچھ بعید نہیں ہے کہ آپ کو اس راہ کا پتہ ملے جو کروڑہا مقدس انسانوں کا تجربہ شدہ ہے۔ اور اب بھی جس کے تجربہ کار موجود ہیں

تقریر حضرت اقدس

{الحکم جلد ۵ نمبر ۱۲ تاریخ تقریر ۱۳ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء بتقریب افتتاحی اجلاس انجمن اشاعت اسلام قادیان بوقت نماز ظہر در مسجد جامع۔}

سب صاحب اسبات کو سن لیں کہ چونکہ ہماری سب کارروائی خدا ہی کے لئے ہے۔ وہ اس غفلت کے زمانہ میں اپنی حجت پوری کرنی چاہتا ہے۔ جیسا کہ ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں ہوتا رہا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ زمین پر تاریکی پھیل گئی ہے تو وہ تقاضا کرتا ہے کہ لوگوں کو سمجھاوے اور قانون کے موافق حجت پوری کرے۔ اسلئے جب زمانہ میں حالات بدل جاتے ہیں۔ اور خدا سے تعلق پیدا نہیں رہتا سمجھ کم ہو جاتی ہے۔ اسوقت خدا تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو مامور کر دیتا ہے۔ تاکہ غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو سمجھائے۔ اور یہی بڑا نشان اس کے مامور ہونے پر ہوتا ہے کہ وہ لغو طور پر نہیں آتا ہے۔ بلکہ تمام ضرورتیں اس کے وجود پر شہادت دیتی ہیں۔ جیسے ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا۔ اعتقادی اور عملی حالت بالکل خراب ہو گئی تھی۔ نہ صرف عرب بلکہ کل دنیا کی حالت بگڑ چکی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ظهر الفساد فی البر والبحر اس فساد عظیم کے وقت خدا تعالیٰ نے اپنے کامل اور پاک بندہ کو مامور کر کے بھیجا جس کے سبب تھوڑی ہی مدت میں ایک عجیب تبدیلی واقع ہو گئی۔ مخلوق پرستی کے بجائے [illegible] (باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحابیات

حضرت چودھری نصر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ کی حرم محترم کا اپنا بیان

(۲)

جب میں بیدار ہوئی تو مینے یہ خواب چودھری صاحب اور چودھری عبد اللہ خان صاحب آف داتہ زاہد کا ضلع سیالکوٹ کو جو میرے بھائی ہیں (اور اسدن وہ اسی جگہ موجود تھے۔ اور دوسرے کمرے میں سوئے ہوئے تھے) سنائی۔ تو بھائی صاحب نے کہا کہ آپ کو مرزا صاحب ملے ہیں؟ مینے کہا کتھوں بھرا مرزا صاحب تو اُنھوں نے آکھیا ای نہیں۔

پاس سے چوہدری صاحب مرحوم بولے۔ اور کہا کہ بادشاہو! انہاں دا نام غلام احمد اے۔ تے انہاں نوں آکھدے بھی احمد ای نے"۔

مجھے پھر اس قدر شوق ہوا کہ میں چاہوں کہ جب بھی آنکھیں بند کروں تو وہی نظر آئیں۔

پھر میرے بھائی اور چوہدری صاحب مرحوم کبوتراں والی مسجد (جو مسجد احمدیہ تھی اور اب بھی ہے) صبح کی نماز پڑھنے کے لئے گئے۔ نماز کے بعد قرآن کریم کا درس ہوا۔ اسوقت حضرت صاحب کے سیالکوٹ آنے کی کوئی خبر نہ تھی۔ درس کے بعد حضرت کی آمد کا تار مسجد میں موصول ہوا۔ کہ وہ اسی شب کو سیالکوٹ میں وارد ہونگے۔ مسجد سے واپس آکر میرے بھائی صاحب نے کہا کہ ہمشیرہ صاحبہ آپ کو مبارک ہو کہ آپ کا خواب سچا ہو گیا ہے۔ حضرت صاحب آج رات کو سیالکوٹ تشریف لے آئینگے۔

ایک اور خواب

اس رات کو جبکہ میں سوئی تو مینے خواب دیکھا کہ میں اپنے گھر سے نکلی اور دروازہ بان نوالہ سے ہو کر اور ایک تنگ گلی سے گذر کر چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں سے اوپر چلی گئی۔ جب اوپر پہونچی تو اوپر ایک برآمدہ تھا۔ وہی بزرگ جو میں نے پہلی رات خواب میں دیکھے تھے برآمدے کے اوپر ٹہل رہے ہیں اور کچھ لکھتے جاتے ہیں۔ میں نے دیکھتے ہی جوش سے کہا:۔

صدقے اللہ پاک دے ایہہ اوہو ہی شخص نے جھیڑے میں کل رات اپنے مکان وچ دیکھے ساں۔

دوسری صبح

جب صبح کو بیدار ہوئی تو میں میر حامد شاہ صاحب مرحوم کے گھر جانے کو تیار ہوئی۔ تو چودھری صاحب مرحوم نے کہا کہ دیکھنا کہیں بیعت نہ کر آنا۔ مجھے کچھ سوچ لینے دینا۔ پھر مل کر بیعت کرینگے۔ میں نے ان کو کہا کہ

میری بیعت تو رات کی خواب میں ہی ہو چکی ہوئی۔ آج تو میں ان کی زیارت کو جا رہی ہوں۔ میری بیعت جب میں نے آمین اور الحمد للہ کہا تھا۔ اسیوقت ہو چکی تھی۔

یہ سنکر چودھری صاحب نے کہا کہ دیکھنا کہیں گھر میں کوئی اور جھگڑا نہ پیدا ہو جائے۔

الغرض

میں حضرت میر حامد شاہ صاحب کے مکان پر جہاں حضرت ٹھیرے ہوئے تھے اپنی والدہ اور تائی کے ساتھ گئی۔ بالکل وہی راستہ۔ وہی مکان۔ وہی بزرگ جو میں نے اپنی خوابوں میں دیکھے تھے۔ اسیطرح برآمدے میں ٹہل رہے تھے۔ اور کاپی پر کچھ تحریر فرما رہے تھے۔ ہم نے جا کر حضرت ام المومنین کی خدمت میں سلام کے بعد عرض کیا کہ آپ حضور حضرت صاحب کو پیغام بھیجدیں کہ چودھری نصر اللہ خان کے گھر سے آئے ہیں اور آپ کو ملنا چاہتے ہیں۔

حضرت ام المومنین نے دادی صاحبہ یعنی والدہ منشی شادی خان صاحب کو حضرت صاحب کے پاس پیغام دیکر بھیجا۔ حضور نے پوچھا کہ بیعت کرنے آئے ہیں۔ یا زیارت کرنے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور بیعت کرنی ہے پھر حضرت صاحب نیچے تشریف لائے۔ میں نے بیعت کی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

جب میں گھر آئی تو چودھری صاحب مرحوم کچہری سے واپس تشریف لائے تو حسب دستور کہا۔ کیوں بادشاہو! کی حال اے اور سلام علیکم بھی کیا۔ مینے وعلیکم السلام کہتے ہوئے کہا الحمد للہ اللہ تعالیٰ بیعت کر آئی ہوں۔ چودھری صاحب کہنے لگے کہ کیا سچ مچ۔؟

میں نے کہا کہ حکم اللہ دے نال نے برکت رسول دی نال سچ

تب چودھری صاحب نے کہا کہ پھر ساڈا تہاڈا خانہ جدا۔ مینے کہا کہ:۔ "خانے جدا وچ ہی جانا اے ناں کسے تہانوں میرے خانے وچ پا دینا۔ ایں نہ مینوں تہاڈے وچ۔

یعنی چودھری صاحب نے کہا کہ پھر اب میں اور تم الگ الگ رہیں گے۔ مگر چودھرانی صاحبہ نے ایک اور رنگ میں جواب دیا کہ مرنے کے بعد سب کو الگ الگ ہی جگہ رہنا ہو گا۔ اور کوئی کسی کی جگہ نہیں رہے گا۔

استقامت کا عجیب رنگ

اس حالت کو دیکھ کر میری والدہ صاحبہ ڈر گئیں۔ میں نے ان کو کہا کہ آپ گھبرائے نہیں کہ یہ شخص مجھے گھر سے نکال دے گا۔ تو میں آپ پر بوجھ ہو جاؤں گی میں کسی پر بوجھ نہ ہوں گی جس اللہ نے میری دو روٹیاں اور تین کپڑے لکھے ہیں وہ مجھے اجاڑ میں بھی دے گا۔ چودھری صاحب مرحوم پاس کھڑے تھے سنتے رہے۔

اور حیران تھے کہ کیوں مجھ سے ڈرتی نہیں۔ مغرب کے وقت چودھری صاحب مرحوم وضو کر رہے تھے۔ تو خادم بستر اکرنے کیلئے آیا۔ اسے کہنے لگے

نبی بخشا میرا بسترا دوجے کمرے وچ کریں۔

اس خادم نے مجھ سے پوچھا کہ کس پلنگ پر چودھری صاحب کا بسترا کیا جائے؟

میں نے کہا کہ میں اوپر کی چھت کے کسی کمرے میں بسترہ نہیں ہونے دونگی۔ چودھری صاحب نے کہا کہ کیوں؟ مینے کہا کہ میں احمدی تسی غیر احمدی تسی مینوں نہیں دیکھ سکدے۔ میں تہانوں نہیں دیکھ سکدی۔

تب چودھری صاحب نے کہا کہ نبی بخشا اوپر ہی بسترا رہنے دو ساڈے بادشاہاں ای جتنا ہے

یعنی معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ چودھری صاحب نے اس کمرے سے بستر منتقل کرنے کا حکم دے دیا۔ اسپر چودھرانی صاحبہ نے فرمایا اگر یہ حالت ہی تو پھر میں اوپر کی منزل میں ہی بستر نہیں رہنے دونگی۔ چودھری صاحب نے حیران ہو کر کہا کہ کیوں تو فرمایا کہ جب آپ اسلئے کہ میں احمدی ہوں مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ تو میں بھی آپ کو نہیں دیکھ سکتی۔ پھر کمرہ کیا تبدیل کرنا ہے۔ مکان کی پوری منزل ہی تبدیل کرلیں۔ یہ سنکر چودھری صاحب نے اپنی رائے بدل دی۔

اسد اللہ خان (جو اب خدا کے فضل سے بیرسٹر ایٹ لا ہیں) میری گود میں تھا۔ اسکو ساتھ لے کر لیٹ گئی۔ تو چودھری صاحب نے کہا کہ بادشاہو!

سانوں بیعت دی گل دسو

کہ کس طرح گئے۔ اور کسطرح بیعت کی۔ تب میں نے سارا واقعہ بتلا دیا۔ سوتے وقت میں نے اپنا چہرا اپنی عادت کیخلاف ڈھانک لیا۔ چودھری صاحب نے کہا کہ آپنے تو کبھی چہرہ ڈھانکا نہ تھا۔ پھر آج کیا ہوا۔ چہرہ ڈھانک کر سوئیں۔ میں نے کہا کہ میں احمدی ہوں آپ غیر احمدی میرا دل نہیں چاہتا کہ چہرہ کھلا رکھوں۔

میں چار دن حسب دستور چودھری صاحب کی خدمت کرتی رہی۔ لیکن میں خوش ہو کر ان سے گفتگو نہ کرتی تھی۔ چودھری صاحب چار راتیں قرآن شریف اور بخاری کے مطالعہ میں مصروف رہے چھٹے دن فجر کی نماز کے بعد جب چودھری صاحب گھر آئے تو بیعت کر کے واپس آئے۔ اسدن حضرت صاحب نے واپس قادیان تشریف لے جانا تھا واپس آکر انھوں نے کہا کہ:۔

بادشاہو! السلام علیکم۔ مبارک ہو میں بیعت کر آیا ہوں۔ مینے خدا کا شکر کیا۔ اور اسیوقت شکرانہ کے نفل ادا کیئے۔ خلافت ثانیہ میں بھی مینے چودھری صاحب سے گیارہ یوم قبل بیعت کی تھی۔ اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے رویائے صادقہ کی بنا پر۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

(باقی آئندہ)

میں کیونکر احمدی ہوا؟

خاکسار حبیب احمد شیخ ولد عبدالغنی شیخ سکنہ محلہ سرائے سرکاری پونچھ (کشمیر) جولائی ۱۹۳۳ء خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مشرف بہ احمدیت ہوا۔ کمترین کے حالات حسب ذیل ہیں:-

عاجز کا کوئی رشتہ دار خاندان میں سے احمدی نہیں بجز ایک پھوپی زاد ہمشیرہ کے۔ ہمارے محلہ میں میاں غلام حسین صاحب جلد ساز عرصہ قریباً بیس سال سے رہائش پذیر ہیں۔ جو مخلص احمدی ہیں۔ وہ دراصل ریاسی کے باشندے ہیں۔ لیکن انہوں نے اب عرصہ سے پونچھ میں ہی رہائش مستقل طور پر رکھی ہوئی ہے۔ اور میری پھوپی زاد ہمشیرہ سے شادی کی ہوئی ہے۔ جن کے بطن سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ میں پانچ چھ سال کی عمر میں تھا جب کہ جناب والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور جناب والدہ صاحبہ کا آج سے دو سال قبل اپنے حقیقی مالک سے جا ملی تھیں۔ میری پرورش جناب نانی صاحبہ مرحومہ اہلیہ رجب جو مرحوم نے کرنی شروع کی۔ نو سال کی عمر میں جناب نانی صاحبہ بھی راہی ملک عدم ہوئیں۔ اور کمترین بالکل بے وسیلہ رہ گیا۔ اس کے بعد میرے چھوٹے ماموں عبدالرحیم صاحب نے میری پرورش اپنے ذمہ لی۔ اس عرصہ میں میاں غلام حسین صاحب مذکور کی زبانی پیغام حق (احمدیت) وقتاً فوقتاً سننے کا موقع ملتا رہا۔ اور احمدیت کی ٹھوس اور مدلل باتوں کا مجھ پر کافی اثر ہوتا رہا۔ لیکن یہ سب کچھ ایک عرصہ تک دل میں مخفی رہا۔ جب خدا کے فضل و کرم سے احمدیت دن بدن علاقہ پونچھ میں ترقی کرنے لگی۔ تو غیر احمدیوں میں حسد و بغض اور شدید مخالفت کا دن بدن شعلہ بڑھنا شروع ہو گیا۔ چنانچہ میرے چھوٹے اور بڑے ماموں صاحبان کے گھروں میں احمدیت کی مخالفت کا چرچا ہوتا رہا کچھ عرصہ کم عمر ہونے کی وجہ سے اخلاقاً خاموش رہا۔ لیکن جب اظہار مخالفت روز بروز ترقی پر نظر آنے لگی۔ تو دل کے بخارات نے مجبور کیا اور احمدیوں کی طرف سے (حالانکہ احمدیت میں ابھی داخل نہ ہوا تھا) مباحثات میں جھگڑنا شروع کر دیا۔ غرضیکہ معاملات اس حد تک نازک ہو گئے کہ روزمرہ کے طعنوں سے تنگ آ کر اور گندی گالیوں سے اجتناب کرنے کے لئے ہر دو ماموں صاحبان سے علیحدہ ہو گیا۔ اور اپنی پھوپی زاد ہمشیرہ کے پاس رہنے لگا۔ دن کو اپنی محنت اور مزدوری وغیرہ کرتا تھا۔ اور رات کو آرام سے وہاں سوتا۔ اب جبکہ میں اپنے بہنوئی کے بالکل قریب ہو گیا تو زیادہ آواز تبلیغ احمدیت کی میرے کانوں میں پڑنے لگی۔ اور میرا دل ڈولنا شروع ہو گیا

اس عرصہ میں کئی مخالفین سلسلہ نے مجھے ان کے ہاں رہنے سے بند کیا۔ لیکن میرے دل نے ایسا کرنے سے بروقت انکار کیا۔

بھائی صاحب غلام حسین نے مجھے جلسہ سالانہ پر قادیان جانے کی تحریک کی تو میں نے بڑے شوق کے ساتھ روپیہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ اور خدا کے فضل سے میرا یہ ارادہ کامیاب ہوا۔ اور خدا نے مجھے بھائی صاحب کے ہمراہ قادیان آنے اور صحیح حالات مطالعہ کرنے کی دسمبر ۱۹۳۲ء میں توفیق بخشی۔

خاکسار نے دارالامان آ کر مخالفین کے اعتراضات کے متعلق تحقیق کی۔ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ بعض ایسے اعتراضات بالکل لغو ثابت ہوئے۔ جن کو ماننے سے عقل بھی شرمندہ ہوتی ہے۔

چونکہ یہ اعتراضات خاص میرے رشتہ داروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے محض ان کی دل آزاری کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں ان کی تفصیل میں جانا پسند نہیں کرتا۔ اسلئے معذور سمجھا جائے

ہمارے ہمراہ ایک لڑکا غیر احمدی ولد خواجہ عبداللہ جو مرحوم اعرائض نویس پونچھ بھی تھا۔ وہ اپنے بڑے بھائی صاحب مسمی نذیر احمد جو شاہدرہ میں کتابت کا کام سیکھ رہے تھے ملاقات کے لئے گیا تھا۔ میں اسوقت غیر احمدی تھا۔ ہمارے ساتھ منشی دانشمند صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ پونچھ و جناب قاضی عبدالحمید صاحب وکیل امرتسر جو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے سلسلہ میں قانونی مدد کے لئے پونچھ میں متعینات تھے۔ غرضیکہ جماعت ہائے دیگر کے افراد ملا کر قریباً پندرہ شخص تھے۔ جس میں سے عاجز و مسٹر رفیع الدین و منشی نبی بخش صاحب نظامی سب انسپکٹر بنک زمینداره پونچھ سے شامل قافلہ تھے۔ بمقام کوٹلی ہو کر میاں امیر عالم صاحب سکرٹری جماعت احمدیہ کوٹلی خود بھی شامل ہوتے۔ نیز ایک غیر احمدی گاماں قصاب کو بھی ہمراہ لیا۔ ہم سب کے روبرو منشی نبی بخش صاحب نظامی ہم تینوں کو راستہ میں ورغلاتا جاتا تھا۔ کہ قادیان مت جانا وہاں غیر احمدیوں کو روٹی نہیں دیتے۔ اور وہاں پر بھوکا رکھتے ہیں۔ اور تم کو وہاں لے جا کر یہ احمدی ورغلائینگے۔ اور جبراً مرزائی بنائینگے۔ اس لئے کوشش کرو کہ راستے سے ہی کہیں ہو جاؤ۔ مسٹر گاماں مذکور اس کو یہ جواب دیتا رہا کہ میں قادیان نہیں جا رہا بلکہ کچھ خرید و فروخت کے لئے پنجاب جا رہا ہوں۔ میرا وہاں کیا کام ہے۔ میں بوڑھا آدمی ہوں۔ میں نے بیعت کر کے کیا کرنا ہے۔ خیر ان حالات کے ماتحت ہم سب بہ عازم قادیان چلتے رہے۔ مسٹر گاماں نے کچھ چمڑے کی کھالیں میرپور سے خرید کر لیں۔ اور پھر ہمارے ہمراہ ہو پڑا۔

القصہ یہ سارا قافلہ اکٹھا لاہور تک گیا ازاں بعد منشی نبی بخش صاحب نظامی لاہور کسی کام کے لئے اتر پڑے اور وعدہ کیا کہ میں وقت پہ خود ہی قادیان آ جاؤں گا ان دنوں جناب نظامی صاحب انجمن اسلامیہ پونچھ کے سیکرٹری بھی تھے۔ شاید کسی سامان کی خرید و فروخت کیلئے وہاں ٹھیرے ہونگے۔ دراصل میں تو نہایت ذلت سے سکرٹری شپ سے سالانہ جلسہ میں گرائے گئے جس کا بغض آجتک انجمن اسلامیہ پونچھ سے ہر ممکن ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے انجمن اسلامیہ پونچھ کے نقصان پر علانیہ آمادہ ہیں) مسٹر گاما بھی امرتسر یا لاہور غالباً اپنا مال فروخت کرنے لئے ٹھیر گئے۔ خاکسار اور مسٹر رفیع الدین دیگر قافلہ کے ہمراہ قادیان پہنچ گئے۔ وہاں جا کر سب سے پہلے ہمیں روٹی کی فکر پڑ گئی کہ شاید واقعی وہاں پر غیر احمدیوں سے ایسا سلوک ہوتا ہو۔ لیکن حلفاً عرض ہے کہ وہاں پر احمدیوں کی خاطر تو اتنی نہیں ہوتی۔ جتنی غیر احمدی صاحبان کی خدمت کی جاتی ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے اس کا مطالعہ کیا مسٹر گاما تو جلسہ کے پہلے ہی دن قادیان پہنچ گئے۔ مسٹر نظامی صاحب غالباً جلسہ کے آخری دن تشریف لائے۔ اور سب بورڈنگ ہائی سکول میں پونچھ کیمپ میں اترے تھے۔ ماسوائے چند آدمیوں کے جو علیحدہ شہر میں رہے۔

مسٹر گاما نے تقاریر سنیں اور سب اعتراضات کا مدلل جواب پایا۔ وہ تو اس قدر متاثر ہوئے کہ علی الصباح مسٹر نبی بخش صاحب نظامی کے پاس سے اٹھ کر غسل وغیرہ کیا۔ اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ہاتھ پر مشرف با احمدیت ہوئے۔

مسٹر رفیع الدین صاحب نے جب حالات کا مطالعہ کیا تو انہیں اعتراضات کی حقیقت کے بالکل برعکس پایا۔ اور معترضین کو گالیاں دینے لگا۔ لیکن ہم نے اخلاقی طور پر اسے منع کر دیا کہ کسی غیر حاضر شخص کو گالیاں دینا قرین مصلحت یا کہ اخلاقی برتاؤ نہیں ہے۔

وہ بھی وہاں کے غیر معمولی حالات و خدمت دین کے لئے تڑپ کو محسوس کر کے بہت متاثر ہوا۔ اور جو مجھ پر اثر ہوا وہ محتاج بیان نہیں۔ کیونکہ میں پہلے ہی سے احمدیت کو دل سے مان چکا تھا۔ لیکن اعلانیہ بیعت کرنے میں مخالفین کے شور و شر کے خطرہ سے دبا رہا۔

اس دوران میں مسٹر نظامی نے یہ رٹ جاری رکھی کہ دیکھو جلسہ میں ہوشیاری سے رہنا۔ وہاں مرزائیت کی کھڑکی لگی ہوئی ہے۔ مبادا تم کو ورغلا کر مرزائی بنالیں۔

خیر کچھ بھی ہو مسٹر گاماں کو بیعت کی سعادت نصیب ہو ہی گئی

لیکن ہم دونوں بلکہ تینوں اس سے محروم رہ کر بے نیل و مرام اختتام جلسہ پر واپس پونچھ چلے آئے۔ اور وہاں پہ میں پھر زیر تبلیغ رہا۔

(باقی آئندہ)

ہمارے سلسلہ کا ایک ولی چل بسا

ابھی گزشتہ ہفتہ حضرت پیر سراج الحق صاحب جمالی نعمانی سرساوی کی وفات کی خبر شائع کر چکا ہوں۔ ان کے مفصل حالات ابھی تک تیار نہ کر سکا۔ جلد سے جلد تیار کر کے اخبار میں شائع کر سکوں گا۔ ابھی اس صدمہ کا داغ ہرا ہی تھا کہ اس ہفتہ ۱۰ر جنوری کی رات کو ملک الطاف خان صاحب جو کہ نہایت مخلص اور متقی انسان تھے لمبی دعائیں کرنے والے، سلسلہ کی خدمت نوجوانوں کی طرح کرنے والے صاحب کشف تھے، نمونیہ سے فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ملک صاحب نے اپنے ملک میں احمدیت کے لئے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں اور بالآخر قادیان میں ہجرت کر کے آ گئے۔ اور یہیں مکان بنا لیا۔ سلسلہ کے کاموں میں اپنی طاقت سے بڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اور بڈھے ہو کر جوانوں کی طرح کام کرتے تھے۔ افسوس ہے کہ پرانے آدمی دن بدن کم ہو رہے ہیں۔ اور وہ آنکھیں جنھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا تھا کم ہو رہی ہیں۔ ملک صاحب کے مختصر حالات حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب نے بیان فرمائے ہیں وہ ذیل میں درج کر رہا ہوں۔ میں اسی مناسبت سے یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مجھے ان احباب پر افسوس ہے جو اپنے حالات کے شائع اور محفوظ کرانے میں کوتاہی برتتے ہیں۔ احباب کو اس طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ (ایڈیٹر)

حضرت ملک الطاف خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب کی زبانی)

خانصاحب محمد الطاف خان رضی اللہ عنہ موضع ترناب تحصیل چارسدہ ضلع پشاور کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے قبل آپ کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بعد میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تشریف لائے۔ آپ سے ملاقات کی اور قریباً ایک ماہ تک قیام کیا۔ اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً آتے رہے۔ آپ سلسلہ کا کام اپنے ملک میں بڑی مستعدی سے کرتے تھے۔ آپ صاحب الہام اور صاحب کشوف بھی تھے۔ کئی کئی ہزار آدمیوں نے دالوں کو آپ پر حملہ کرنے کی تجویزیں کیں۔ مگر آپ کو جناب الٰہی سے الہام ہوا واللہ یعصمک من الناس لوگوں کے ہر ایک شر سے اللہ تعالیٰ آپ کو بچائے گا۔

آپ مختلف کام کرتے رہے ہیں بعض دفعہ پٹواری کے کام میں لگے رہے۔ مدرس بھی رہے ہیں۔ اعرائض نویسی کا کام بھی کیا ہے۔ آپ اپنے گاؤں میں نمبردار بھی تھے۔ مگر جب لوگوں نے سختیاں کیں تو آپنے باہر جا کر بھی معاش کے لئے مختلف کام کیے۔ آپنے تبلیغ کا کام بڑی جدوجہد سے کیا قادیان میں بھی آپ اپنے الہام کی بنا پر آئے تھے۔ اور رضاء الٰہی کے حکم ماتحت ہی یہاں کی بود و باش اختیار کی۔ اس بیماری میں بھی جس میں آپ فوت ہوئے آپ کو الہاماً بتایا گیا کہ تم اپنے بچوں اور بیوی کی کچھ فکر نہ کرو۔ ان کا انتظام خلیفۂ وقت اور میاں بشیر احمد (صاحب) کرینگے۔ ہم نے تمہارے متعلق فیصلہ کر دیا ہے۔

خانصاحب مرحوم سلسلہ کے عاشق تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپکے قلب میں بے انتہا تھی۔ اور جناب الٰہی کی حمد راتوں کو اٹھ اٹھ کر نہایت گریہ وزاری سے کرتے تھے۔ یہاں آ کر بھی انھوں نے سلسلہ کے ہر ایک کام میں حصہ لیا۔ جو خدمت بھی ان کو بتائی گئی اس کو نہایت مستعدی سے ادا کیا ہے۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفۂ وقت سے غایت درجہ کی محبت تھی۔ میرے ساتھ بھی ان کو بہت تعلق تھا۔ رات کے وقت بعض دفعہ ان کی آواز سے میں اٹھا کرتا تھا۔ جبکہ وہ قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ اور بعض دفعہ میری آواز سے اٹھا کرتے تھے۔

غرضیکہ سلسلہ کے عاشق صادق تھے۔ اپنے گھر میں بہت سی جائیداد کے مالک تھے۔ ان کے دو جوان بیٹے ہیں۔ بڑا بیٹا ان کی جگہ نمبرداری کا کام کرتا ہے۔ آپنے صرف سلسلہ کے جوش و محبت کی وجہ سے یہاں کا رہنا اختیار کیا تھا۔ چنانچہ آپ جس جوش کو اپنے دل میں لے کر آئے تھے۔ اسی جوش کے ساتھ آپ کا خاتمہ ہوا۔ دینی محبت اور سلسلہ کا عشق اپنے ساتھ لے گئے۔ ان کے پسماندگان یہاں چھ لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے جو کہ ساتویں یا آٹھویں جماعت میں پڑھتا ہے۔

آپکے اخلاق آپ نہایت خوش اخلاق اور ہر ایک احمدی سے آپکے نہایت خوشگوار تعلقات تھے۔ ہر ایک کی تکلیف میں حصہ لینا اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے نہایت ملنسار اور اخلاق سے بھرا ہوا دل رکھتے تھے۔ غرض کہ تمام صفات حمیدہ سے موصوف تھے۔

ایک دفعہ اپنے وطن میں آپ سے اور ایک سید سے مباحثہ ہوا آپنے اس سے دریافت کیا کہ بتاؤ تمہارے آل رسول ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ اس نے کہا کہ ہمارا شجرہ نسب سادات کے بزرگوں سے ملتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شجرۂ نسب ملنا اور بات ہے۔ تم نے کبھی اپنے نانا کو بھی خواب میں دیکھا ہے اس نے کہا کہ نہیں۔ تو آپنے فرمایا کہ میں تو بر حیثیت کئی کئی بار آپ کو دیکھتا ہوں۔ اکثر آئندہ کے واقعات جو گزرے ہوتے ہیں۔ حضورؐ قبل از وقت مجھے بتا بھی جاتے ہیں تم کو اگر تمہارے نانا ملتے نہیں تم آل رسول کے دعویدار کیسے ہو؟ جس سے کسی کو تعلق ہوتا ہے۔ وہ کبھی نہ کبھی اس سے ضرور ملتا ہے۔ اور اپنی خوشنودی سے اسکو آگاہی دیتا ہے تمہارے نانا تم سے نہیں ملتے اس سے معلوم ہوا کہ وہ تم سے ناراض ہیں۔ تم ان کے راستے اور طریقے پر نہیں ہو۔ اگر ان کے حکم پر عمل کرتے تو وہ تمکو ضرور ملتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اعمال صالحہ بنا دیتے۔ خاندانی وجاہت کچھ چیز نہیں۔ اگر اگر اعمال صالحہ نہ ہوں۔

خان صاحب مرحوم کے کشوف بہت صاف ہوتے تھے۔ بعض دفعہ آپکو نمازوں میں بھی کشفی حالت ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ انھوں نے بتایا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ جبریل علیہ السلام میرے سامنے ہیں۔ اور میں نے بھی ان کے ساتھ پرواز شروع کیا ہے۔ یہاں تک میں عرش معلّٰی پر پہنچا ہوں۔ وہاں مینے دیکھا کہ جناب الٰہی کے حضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمام انبیاء علیہم السلام درجہ بدرجہ تشریف فرما ہیں اسوقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اسلام پر بڑے مصائب ہیں وہ کس طرح دور ہوں گے میری اس خواہش کو جناب الٰہی نے معلوم فرمایا۔ اور جناب الٰہی کے ذات سے ایسے تجلیات نکلنے شروع ہوئے جن سے تمام عالم منور ہو گیا۔

اس قسم کے کشوف خان صاحب مرحوم کے بہت تھے اور آپ کی رؤیا بھی بہت مصفیٰ ہوتی تھیں۔

وصایا

نمبر ۴۲۴۸ منکہ سیدہ سعیدہ بیگم زوجہ سید فرزند علی شاہ قوم سید عمر بیس سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن قادیان ڈاکخانہ خاص تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۸ ۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد اسوقت زیور قیمتی ایکہزار روپیہ اسکے علاوہ دو ہزار روپیہ بابت حق مہر جو تا حال وصول کرنا ہے۔ میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائے گی۔

العبد سیدہ سعیدہ بیگم زوجہ سید فرزند علی شاہ
گواہ شد سید فرزند علی شاہ خاوند موصیہ
گواہ شد:- بوستان خان سکرٹری وصایا کوہ مری بقلم خود ۱۸ ۴۴
گواہ شد:- مبارک احمد احمدی پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ کوہ مری ۱۹ ۴۴

نمبر ۴۲۴۹ سکینۃ النساء زوجہ شیخ حبیب اللہ قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۱۸ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی قادیان ڈاکخانہ خاص تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۴۴ بہ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں کہ میرے مرنے کے بعد جس قدر جائداد ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ مہر ایک ہزار پانسو روپیہ جس میں سے مبلغ -/۵۱۱ روپیہ بصورت زیور اور نقد روپیہ نقد وصول ہو چکا ہے۔ جو میرے پاس موجود ہے۔ باقی -/۹۸۹ روپیہ خاوند کے ذمہ واجب الادا ہیں۔ اس کے علاوہ والدین کی طرف سے بصورت زیورات ملا ہے۔ اسکی قیمت -/۱۱۲ روپیہ ہوتی ہے اسلئے کل رقم -/۱۶۱۲ روپیہ ہوتے ہیں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔

العبد سکینۃ النساء بنت حکیم غلام نبی احمدی مرحوم بقلم خود
گواہ شد:- حبیب اللہ خاوند موصیہ بقلم خود
گواہ شد:- مرزا برکت علی ہوصی امیر جماعت احمدیہ اباداں ملک ایران
گواہ شد رستم علی خان بقلم خود سررشتہ ڈرائنگ الیس -اے۔ وی ایس،
۳- آباداں فناتس سکرٹری انجمن احمدیہ آباداں ملک ایران

عُشاقِ احمدؐ

حضرت منشی محمد اروڑے خان صاحب رضی اللہ عنہ

(از قلم جناب محمد علیخان صاحب اشرف ہیڈ ماسٹر بیرم پور)

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

ریاست کپورتھلہ کے چند ایک احباب نے اگرچہ منشی محمد اروڑے خان صاحب مرحوم و مغفور کے حسن اخلاق پر کافی سے زیادہ روشنی ڈالی ہے۔ مگر واللہ باللہ آپ کے متعلق جس قدر بھی لکھا جائے۔ کم ہے۔ آپ کے ذکر خیر سے ایمان میں از سر نو تازگی آتی ہے۔ اللہ اللہ! وہ مبارک زمانہ کیوں آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ جب ہم آپ ایسے حضرت مسیح موعود ؑ کے صحابہ کرام کی صحبت میں بیٹھ کر ان کی شیریں کلامی سے بہرہ اندوز ہوتے اور حظ پر حظ اٹھاتے تھے۔ حضرت منشی محمد اروڑے خان صاحب باوجود ایک اعلیٰ عہدہ دار ہونے کے بیحد منکسر المزاج۔ سادگی پسند اور مہمان نواز تھے۔ قارئین کرام الحکم کی ضیافت طبع کے لئے صرف ایک اور یہی ایک واقعہ میرے خیال میں سرور اور سیری بخشنے کا موجب ہوگا۔ وہو ہذا۔

ریاست کپورتھلہ کی تحصیل بھونگہ میرے گاؤں کے قریب واقع ہے۔ اگرچہ ہم سرکاری علاقہ میں بستے ہیں مگر قرب وجوار کے دیہات اور اضلاع میں ہماری رشتہ داریاں بکثرت ہیں۔ ایک دفعہ میرے رخصت پر آنے پر معلوم ہوا کہ تحصیل بھونگہ میں جو تحصیلدار ہیں وہ احمدی ہیں۔ اپنے اس احمدی بھائی کی ملاقات اور زیارت کا شوق مجھے کشاں کشاں ایک دن صبح ہی وہاں لے گیا وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ آنجناب نے صرف ایک معمولی پستہ قد نیلا تہہ بند باندھ رکھا ہے۔ گلے سے برہنہ اور سر پیروں سے ننگے اپنی بکریوں کے چرانے میں مصروف ہیں۔ میں نے آپ سے دریافت کیا کہ تحصیلدار صاحب یہاں ہیں یا نہیں؟ فرمانے لگے ہاں ہیں۔ کیا کام ہے؟ میں نے عرض کی کام تو کچھ نہیں محض ملنا ہے۔ مجھے ایک کرسی پر بٹھا کر آپ ایک بنچ پر بیٹھ گئے۔ اور مکرر پوچھا کہ کیا کام ہے؟ میں نے سابقہ جواب کو دہراتے ہوئے دریافت کیا کہ کیا آپ یہاں کے چپڑاسی ہیں؟ آپ نہایت سنجیدگی سے فرمانے لگے۔ آپ اپنا کام بتلائیں میں کچھ بھی ہوں آپکو کیا؟ میں نے ڈرتے ڈرتے کچھ پردہ رکھتے ہوئے دبی زبان سے کہا۔ کام کچھ نہیں ان کا اور میرا روحانی تعلق ہے اسی لئے احمدیت کے تعلق کو دیدہ و دانستہ اسلئے روحانی تعلق ظاہر کیا کہ ابتدائی زمانہ تھا اور مخالفت کا زور۔ جاہل لوگوں کا گروہ خواہ مخواہ احمدیت کا نام سنتے ہی آگ بگولا ہو جاتا تھا اور ہم لوگوں سے اپنے تنفر کی وجہ سے مارنے مرنے پر تل جاتا چہ جائیکہ ہمارے ساتھ سیدھے منہ بات بھی کرے میں نے اسی خیال سے روحانی تعلق بتلایا۔ مبادا میرے سر نہ ہو) مگر قربان جائیے احمدیت کی محبت کے کہ روحانی تعلق کا نام سنتے ہی مارے شوق ملاقات کے آپ باغ باغ ہو گئے مجھے اپنے رہائشی مکان میں لے گئے۔ کرسی پر عزت سے بٹھایا۔ حقہ تازہ بھروا کر آگے رکھ دیا۔ اپنی ایک بکری دوہ کر چائے تیار کی۔ ایک مٹکے سے مٹھائی ایک بڑی طشتری میں لبالب بھر کر میرے سامنے رکھدی اور فرمانے لگے مٹھائی کھائیے اور چائے نوش کیجئے۔ میں نے ایسی خاطر مدارات دیکھ کر یہ اندازہ لگایا کہ یہ میاں تحصیلدار صاحب کے خانساماں ہیں اور بوجہ ایک احمدی افسر کے ملازم ہونے کے کیسے مؤدب اور تربیت یافتہ ہیں کہ اپنے آقا کے مہمان کی تواضع کرنے میں آقا کے انتظار کی بھی پرواہ نہ کی اور از خود ہی سب کچھ کر کرا دیا۔

ادھر میں چائے پینے میں مصروف ادھر کچہری کا ٹائم ہو گیا۔ اور وہیں اپنے اندر صحن میں ہی کورٹ قائم کر ناظر کو بلا مقدمات سننے شروع کر دیئے۔ میرے پاس ایک سائل آ بیٹھا میں نے اس سے دریافت کیا کہ تحصیلدار صاحب کب باہر آئیں گے وہ کہنے لگا کہ یہی تو تحصیلدار صاحب ہیں۔ اللہ اللہ! احمدیت نے یہاں تک رنگ چڑھایا کہ ایک ناواقف اپنے نامعلوم الاسم احمدی بھائی کی آمد کی خوشی میں اپنی ساری وضع قطع فراموش کر گئے اسی برہنہ پنی نہیں نہیں بلکہ نوری لباس میں ملبوس ہو کر اور درباری خلعت کو خیرباد کہہ کر وہ اپنے دربار کورٹ کی زینت بن گئے ؎

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

گرمی کا موسم تھا کوئی بارہ ایک بجنے پر فراغت حاصل کر کے کچہری برخواست کر دی۔ اور پھر خود اسی مہمان نوازی میں منہمک دکھائی دینے لگے۔ باتیں بھی کرتے جاتے تھے اور باورچی بھی بنے ہوئے تھے۔ اول تو وہ ایک عہدہ دار تھے۔ کئی ایک ملازم رکھ سکتے تھے۔ ملازم نہ سہی۔ چاہتے تو اپنے مینیل سٹاف (menial staff) میں سے کسی کو حکم کر دیتے جو خانساماں گری کی خدمت کو بجا لاتا۔ مگر ایسا کون کرتا وہی جو خالص دنیادار ہو اور تصنع و ریاکاری کا بندہ وہ جو خود فراموشی کا مجسمہ۔ اپنی سبق آموز سادہ پنی کا نمونہ ہو۔ بھلا کب گوارا کر سکتا تھا کہ دنیاداروں والے اسباب کا حامل و عامل ہو۔

میں ان کی ایک ایک بات کو دیکھ کر مارے شرم کے آب آب ہو کر دریائے خجالت میں بہا جاتا تھا۔ آپ نے ابھی یا اپنے عہدہ و بڑائی کی بات تک نہ کی۔ اگر کوئی خیال تھا تو صرف ایک اور یہی ایک کہ میرے مہمان کی جو کچھ بھی خدمت ہو سکے بدل و جان سر انجام دوں۔ یا اپنے محبوب کا تذکرہ ورد زبان تھا۔ بار بار جب کوئی بات کرتے تو حضرت اقدس کے متعلق فرماتے۔ میرا معشوق ایسا ہے۔ میرا محبوب ایسا ہے اور ایسا ہے۔ گلشن احمدیت کے پروانہ کو بس یہی جنون تھا کہ میں جلدی قربان ہو جاؤں۔

غرضیکہ ان ہی باتوں میں شام کر دی۔ اور اسی رات مجھے جبراً اپنے پاس ٹھیرا لیا۔ جب میں بستر پر لیٹا تو وہ میری پائنتی بیٹھ کر پاؤں دابنے لگ گئے میں بار بار اصرار کرتا کہ حضرت! یہ نالائق اس عنایت گرانبہا کا مطلقاً مستحق نہیں۔ جانے دیجئے گا۔ مجھے کیوں شرمندہ کرتے ہیں۔ میں کیا اور میری بساط کیا۔ جو آپ ایسے ذی رتبہ افسر سے کوئی خدمت لوں۔ یہ شرف تو مجھے حاصل ہونا چاہیئے تھا کہ یہ احقر آپ کی خدمت بجا لاتا۔ مگر نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے میری ایک نہ سنی گئی۔

الغرض صبح پھر وہی خاطر و مدارات مشکل تمام میں نے رخصت حاصل کی۔ پھر دور تک میرے ہمرکاب گئے اور بار بار مجھ سے دوبارہ ملنے کا وعدہ لے کر الوداعی مصافحہ کر کے مجھے رخصت کر کے واپس ہوئے۔ مگر پھر بھی مڑ مڑ کر محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے جاتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ وہ اپنے بھائی کی جدائی کا صدمہ برداشت نہیں کر سکتے

(چوہدری محمد علی خان اشرف عفا اللہ عنہ ہیڈ ماسٹر و سکرٹری انجمن احمدیہ بیرم پور۔ ڈاکخانہ گڑھ دیوالہ ضلع ہوشیارپور)

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا۔)